مسیح کی پیروی

پہلے اِس کتاب کا نام حقیقی شاگرد تھا

از: ولیم میک ڈونلڈ

ترجمہ: وکلف اے سِنگھ

ناشرین

مسیحی اِشاعت خانہ

۳۶۔ فیروزپور روڈ۔ لاہور۔

طابع ———— اے-این ڈاکٹر

مطبع ———— مکتبۂ جدید پریس، لاہور

بار ———— چہارم

تعداد ———— تین۳ ہزار

قیمت ———— ۵ روپے

۱۹۸۹ء

تعارف

حقیقی شاگردی کا آغاز نئی پیدائش سے ہوتا ہے۔ یہ اُس وقت شروع ہوتی ہے جب درج ذیل واقعات رُونما ہوتے ہیں:

۱۔ جب کوئی شخص محسوس کرتا ہے کہ وہ گنہگار، گمراہ، اندھا اور خُدا کے حضور ننگا ہے۔

۲۔ جب وہ اِقرار کرتا ہے کہ وہ خُود کو نیک کاموں یا چال چلن کے ذریعہ نہیں بچا سکتا۔

۳۔ جب وہ ایمان رکھتا ہے کہ مسیح خُداوند نے اُس کی خاطر صلیب پر اپنی جان دی۔

۴۔ جب وہ ایمان کے وسیلے سے مسیح کو اپنا خُداوند اور نجات دہندہ قبول کر لیتا ہے۔

یُوں ایک شخص مسیحی بنتا ہے۔ اکثر لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ مسیحی زِندگی بسر کرنے سے مسیحی بن سکتے ہیں۔ ہرگِز نہیں۔ لازم ہے کہ مسیحی زندگی بسر کرنے سے پیشتر آپ مسیحی بنیں۔

اِس کتابچے میں شاگرد کی جس زندگی کو بیان کیا گیا ہے وہ فوق الفطرت زِندگی ہے۔ ہم میں اِتنی قدرت نہیں کہ ہم اِسے از خُود بسر کریں۔ اِس کے لئے ہمیں الٰہی قوّت کی ضرُورت ہے۔ لیکن اِس زندگی کے لئے جس کی تعلیم یسوع مسیح نے دی قوّت صرف اُس وقت

ہی ملتی ہے جب ہم نئے سرے سے پیدا ہوتے ہیں۔

اِس کتابچے کا مُطالعہ کرنے سے بیشتر خُود سے یہ سوال کیجئے
"کیا مَیں نئے سِرے سے پیدا ہُوا ہُوں؟ کیا خُداوند مسیح یسوع پر
اِیمان رکھنے کے باعث مَیں خُدا کا فرزند بَن گیا ہُوں؟"

اگر آپ نہیں بنے تو ابھی اور اِسی وقت مسیح کو اپنا نجات دہندہ
اور خُداوند قبول کیجئے۔ پھر اُن تمام باتوں پر عمل کیجئے جن کا حُکم اُس
نے دیا، خواہ آپ کو اُس کی کِتنی ہی بڑی قیمت کیوں نہ ادا کرنی پڑے۔

وِلیم میک ڈونلڈ

۵

شاگرد بننے کی شرائط

حقیقی مسیحیت یہ ہے کہ ایک شخص اپنے آپ کو پورے طور پر خُداوند یسوع مسیح کے سپرد کر دے۔

نجات دہندہ کو ایسے مرد و مستورات کی ضرورت نہیں جو محض اپنا فالتو وقت یا تعطیلات کے دن یا اپنے سبکدوشی کے ایام دینا چاہتے ہیں، بلکہ وہ ایسے لوگوں کی تلاش میں ہے جو اُسے اپنی زندگی میں اوّل درجہ دیں۔ بقول کسے: "جیسا کہ گذشتہ دنوں میں تھا ویسے ہی اب بھی مسیح کو ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں جو شُترِ بے مُہار کی طرح بے مقصد اُس کے پیچھے پیچھے چلے آ رہے ہوں، بلکہ وہ ایسے افراد کی تلاش میں ہے جن کی غیر متزلزل وفاداری کی بُنیاد اُن کے اِس علم پر ہو کہ وہ ایسے لوگوں کو چاہتا ہے جو خُود انکاری کے راستے پر جس پر وہ خود اُن سے پیشتر چلتا رہا، چلنے کو تیار ہوں"۔

مسیح خُداوند نے ہماری خاطر صلیب پر جو قربانی دی، اُس کا صحیح جواب یہی ہے کہ ہم اپنی زندگی کو پورے طور پر اُس کے حوالے کریں۔ اُس حیران کن الٰہی محبّت کی تسلّی صرف اُس وقت ہی ہو گی جب ہم اپنی رُوحیں، اپنی زندگیاں اور اپنا سب کچھ اُس کے سپرد کر دیں گے۔

خُداوند یسوع، اپنے ہر ایک شاگرد سے بڑا پُر زور مطالبہ کرتا

ہے کہ وہ اپنا سب کچھ اسے دے، لیکن اس عیش و عشرت کے زمانہ میں اِس بات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ ہم اکثر خیال کرتے ہیں کہ مسیحیت دوزخ سے بچانے اور بہشت میں داخلہ کی ضمانت ہے اور نتیجۃً یہ سمجھتے ہیں کہ اِس زندگی سے لطف اندوز ہونا ہمارا حق ہے۔ یہ مسیحیّت کا بڑا گھٹیا تصور ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ بائبل مقدس شاگردی کی بڑی سخت شرائط پیش کرتی ہے، لیکن چونکہ مسیحیت کے بارے میں ہمارا تصور بڑا ہلکا ہوتا ہے اِس لئے ہم انہیں پورا کرنے میں مشکل محسوس کرتے ہیں۔

ہم اِس حقیقت کو تو خوشی سے قبول کر لیتے ہیں کہ سپاہی حُب الوطنی کی بنا پر اپنی جان قربان کر سکتا ہے۔ ہمیں اس بات میں بھی حیرانی نہیں ہوتی کہ کوئی سیاسی مقاصد کی خاطر جان دے سکتا ہے، لیکن اِس بات کو مشکل سے قبول کر سکتے ہیں کہ خداوند مسیح کے پیروکار کی زندگی کے امتیازی نشانوں میں خون، پسینہ اور آنسو شامل ہیں۔

تاہم مسیح یسوع کے الفاظ بڑے صاف اور ابہام سے پاک ہیں۔ اگر ہم انہیں اُن کے حقیقی معنوں میں لیں تو شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ منجیٔ عالمین نے شاگردی کی جو شرائط پیش کیں وہ حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ خداوند یسوع مسیح کے لئے انتہائی محبت۔

"اگر کوئی میرے پاس آئے اور اپنے باپ اور ماں اور بیوی اور بچوں اور بھائیوں اور بہنوں بلکہ اپنی جان سے بھی دشمنی نہ کرے تو

میرا شاگرد نہیں ہو سکتا" (لوقا ۱۴: ۲۶)۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اپنے دِلوں میں اپنے رشتہ داروں کے خلاف بُغض اور کینہ رکھیں، بلکہ یہ کہ مسیح کے لئے ہماری محبّت اس قدر انتہائی اور شدید ہو کہ اُس کے مُقابلہ میں دیگر تمام محبّتیں نفرت نظر آنے لگیں۔ درحقیقت اِس حوالہ میں سب سے مشکل شرط "اپنی جان سے بھی دشمنی" ہے۔ شاگرد بننے میں سب سے بڑی رکاوٹ اپنی ذات سے پیار ہی ہے۔ جب تک ہم مسیح کی خاطر اپنی جان قربان کرنے کو تیار نہیں ہوتے، ہم اُس مقام پر نہیں آتے جہاں وہ ہمیں لانا چاہتا ہے۔

۲۔ خُودی کا اِنکار۔

"اگر کوئی میرے پیچھے آنا چاہے تو اپنی خُودی کا اِنکار کرے ...." (متّی ۱۶: ۲۴)۔ خُودی سے اِنکار کا مطلب وُہی نہیں ہے جو خُود اِنکاری کا ہے۔ مؤخرالذکر کا مطلب خُود کو بعض کھانوں، خوشیوں یا اَشیاء سے محرُوم رکھنا ہے۔ لیکن اپنی خُودی سے اِنکار کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص اپنی پوری ذات کو مسیح کے تابع کر دے، یہانتک کہ اُس کا اپنے پر کوئی اختیار باقی نہ رہے۔ اِس کا مطلب ہے کہ ہم خُود تخت سے دستبردار ہو جائیں۔ "اے خداوند! میری اپنی کوئی مرضی نہ ہو۔ مَیں کبھی یہ خیال نہ کروں کہ میری حقیقی خوشی کسی دُنیاوی بات سے متاثر ہو سکتی ہے۔ بلکہ مَیں اِس بات کو خوب سمجھ لُوں کہ میری حقیقی خُوشی تیری مرضی کو پُورا کرنے میں پنہاں ہے" (ہنری مارٹن)۔

۳۔ صلیب کو چن لینا۔

"اگر کوئی میرے پیچھے آنا چاہے تو اپنی خودی کا انکار کرے اور اپنی صلیب اٹھائے" (متی ۱۶: ۲۴)۔

صلیب ایک راہ ہے جو دیدہ دانستہ چنی جاتی ہے۔ یہ ایک ایسا راستہ ہے جو جہانتک اس دنیا کا تعلق ہے بے عزتی اور ملامت کی طرف لے جاتا ہے۔ صلیب اس شرم، اذیت اور زیادتیوں کا نشان ہے جو دنیا نے خدا کے بیٹے سے روا رکھی تھیں اور دنیا یقیناً ان سے بھی یہی سلوک کرے گی جو اس کے بہاؤ کے خلاف چلنے کی کوشش کریں گے۔ ہاں، اگر کوئی ایماندار دنیا اور اس کی راہوں پر چلتا ہے تو صلیب سے بچ سکتا ہے۔

۴۔ مسیح کی پیروی۔

"اگر کوئی میرے پیچھے آنا چاہے تو اپنی خودی کا انکار کرے اور اپنی صلیب اٹھائے اور میرے پیچھے ہولے" (متی ۱۶: ۲۴)۔ اسے سمجھنے کے لئے ہمیں اپنے آپ سے صرف یہ پوچھنے کی ضرورت ہے کہ "یسوع مسیح کی زندگی کی خصوصیت کیا تھی؟" ان کی زندگی خدا کی مرضی پر چلنے والی زندگی تھی۔ وہ ایسی زندگی تھی جو پاک روح کی قوت میں بسر ہوئی۔ وہ دوسروں کی بے غرض خدمت کرنے والی زندگی تھی۔ وہ سخت زیادتیوں کے باوجود صبر اور برداشت کرنے والی زندگی تھی۔ وہ زندگی پرجوش، دوسروں کے لئے خرچ ہونے والی، خود منضبط، حلیم، نرم دل

وفادار اور پرستش سے معمور زندگی تھی (گلتیوں ۵ : ۲۲،۲۳)۔ مسیح کا شاگرد بننے کے لئے ضروری ہے کہ ہم بھی اُس کے نقشِ قدم پر چلیں۔ ہم میں بھی مسیح جیسا پھل نظر آئے (یوحنا ۱۵ : ۸)۔

۵۔ ایمان داروں کے لئے پُرجوش محبّت۔

"اگر آپس میں محبّت رکھو گے تو اِس سے سب جانیں گے کہ تُم میرے شاگرد ہو" (یوحنا ۱۳ : ۳۵)۔ یہ وہ محبّت ہے جو دوسروں کو اپنے سے بہتر جانتی ہے۔ یہ محبّت بے شمار گُناہوں پر پردہ ڈالتی ہے۔ یہ محبّت صابر اور مہربان ہے۔ یہ شیخی نہیں مارتی اور نہ پھُولتی ہے۔ یہ نازیبا کام نہیں کرتی اور اپنی بہتری نہیں چاہتی۔ یہ جھنجلاتی نہیں اور بدگمانی نہیں کرتی۔ سب کچھ سہہ لیتی ہے، سب کچھ یقین کرتی ہے، سب باتوں کی اُمید رکھتی ہے اور سب باتوں کی برداشت کرتی ہے (۱۔کرنتھیوں ۱۳ : ۴ - ۷)۔ اِس کے بغیر مسیح کی پیروی ٹھنڈی اور رسمی ریاضت ہوگی۔

۶۔ خُدا کے کلام میں متواتر قائم رہنا۔

"اگر تُم میرے کلام پر قائم رہو گے تو حقیقت میں میرے شاگرد ٹھہرو گے" (یوحنا ۸ : ۳۱)۔ حقیقی شاگردی کے لئے استقامت ضروری ہے۔ پُرجوش طریقے سے شرُوع کرنا آسان ہے، لیکن حقیقت اِس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ ہم آخر تک قائم رہتے ہیں یا نہیں۔ اگر کوئی ہل پر ہاتھ رکھ کر پیچھے دیکھتا ہے تو وہ خُدا کی بادشاہت کے لائق نہیں (لُوقا ۹ : ۶۲)۔ پاک کلام کی کبھی کبھار تابع فرمانی فائدہ مند نہیں۔ مسیح ایسے لوگوں کو چاہتا

ہے جو بلا حیل و حجّت اور متواتر اُس کی تابع فرمانی کریں۔

۷۔ مسیح کی پیروی کرنے کے لئے سب کچھ ترک کرنا۔

"اِسی طرح تم میں سے جو کوئی اپنا سب کچھ ترک نہ کرے وہ میرا شاگرد نہیں ہو سکتا" (لوقا ۱۴: ۳۳) ۔ مسیح کی پیروی کی شرائط میں سے شاید یہ سب سے سخت شرط ہے اور غالباً یہ بائبل کی سب سے غیر مقبول آیت بھی ہوگی۔ عُلماء بے شک اِس کی ایسی ہزاروں تشریحات کر سکتے ہیں جس سے ظاہر ہو کہ اِس کا وہ مطلب نہیں جو اِس سے ظاہر ہوتا ہے ۔ لیکن سادہ ایمان شاگرد اُس سے وہی مطلب لیتے ہیں جو اِس سے ظاہر ہے۔ مسیح خُداوند کو علم تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ سب کچھ ترک کرنے کا کیا مطلب ہے؟ اِس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام اشیاء جو ہمارے لئے ازبس ضروری نہیں اُنہیں ترک کر کے مسیح کی خوشخبری کو پھیلانے کے لئے اِستعمال کرنا۔ جو شخص سب کچھ ترک کرتا ہے وہ آوارہ گرد نہیں بن جاتا بلکہ وہ اپنی اور اپنے خاندان کی زندگی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے خُوب محنت کرتا ہے۔ لیکن چونکہ اُس کی زندگی کا مقصد مسیح کی خوشخبری کو آگے بڑھانا ہوتا ہے اِس لئے جو کچھ اُس کی موجودہ ضروریات سے زیادہ ہوتا ہے، وہ اُسے خُداوند کے کام میں لگا دیتا ہے اور اپنے مُستقبل کو خُدا کے ہاتھوں میں چھوڑ دیتا ہے۔ وہ ایمان رکھتا ہے کہ پہلے خُدا کی بادشاہی اور اُس کی راستبازی تلاش کرنے سے وہ گھاٹے میں نہیں رہے گا۔ اُسے لباس اور خوراک کی کبھی کمی نہیں ہوگی۔ وہ اپنے زائد پیسے کو اپنے پاس دیدہ دانستہ نہیں رکھتا جبکہ جانتا ہے کہ انجیل کی خوشخبری سے ناواقف ہونے کے باعث رُوحیں ہلاک

ہو رہی ہیں۔ وہ دولت جمع کرنے میں اپنی زندگی ضائع نہیں کرتا۔ وہ زمین پر مال جمع کرنے کے متعلق مسیح کے حکم کی تابع فرمانی کرتا ہے۔ وہ سب کچھ ترک کرنے کو تیار ہوجاتا ہے۔

پس مسیح کا شاگرد بننے کی یہ سات شرائط ہیں۔ یہ باتیں صاف اور ناقابلِ تنسیخ ہیں۔ مصنّف جانتا ہے کہ ان کو بیان کرنے سے وہ خود بھی ملزم ٹھہرتا ہے۔ لیکن کیا خدا کی سچّائی کو ہمیشہ دبائے رکھنا چاہیئے کیونکہ ایماندار اُس پر عمل کرنے سے قاصر رہے ہیں؟ کیا یہ درست نہیں کہ پیغام ہمیشہ پیامبر سے بڑا ہوتا ہے؟ کیا یہ مناسب نہیں کہ خدا سچا ٹھہرے اور ہر ایک آدمی جھوٹا؟ کیا ہمیں یہ نہیں کہنا چاہیئے "میری ناکامیوں میں بھی تیری مرضی پوری ہو"۔

اپنی گذشتہ خطاؤں کا اعتراف کرتے ہوئے، آئیے ہم بڑی دلیری کے ساتھ مسیح کے دعووں کا سامنا کریں اور اب سے اپنے جلالی خداوند کے سچّے شاگرد بننے کی کوشش کریں۔

سب کچھ ترک کرنا

"پس اسی طرح تم میں سے جو کوئی اپنا سب کچھ ترک نہ کرے وہ میرا شاگرد نہیں ہو سکتا" (لوقا ۱۴: ۳۳)۔

مسیح کا شاگرد بننے کے لئے ہمیں اپنا سب کچھ ترک کرنا ہوگا۔ بلاشک، نجات دہندہ کے الفاظ کا یہی مطلب ہے۔ خواہ ہم اس "انتہائی" تقاضے کے بارے میں کچھ ہی کیوں نہ کہیں، خواہ ہم اس "ناممکن" اور "غیر دانشمندانہ" پالیسی سے کتنی ہی بغاوت کیوں نہ کریں، یہ حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ یہ خداوند کے الفاظ ہیں اور جو کچھ انہوں نے فرمایا اُس کا وہی مطلب بھی ہے۔

شروع میں ہمیں اِن بے لچک حقائق کا سامنا کرنا ہوگا:

ا۔ مسیح نے اس بات کا تقاضا خاص اور چیدہ مسیحی کارندوں سے نہیں کیا۔ اُس نے فرمایا: "تم میں سے جو کوئی ..."۔

ب۔ اُس نے یہ نہیں کہا کہ جو کوئی ترک کرنے پر رضامند ہو بلکہ "جو کوئی اپنا سب کچھ ترک نہ کرے ..."۔

ج۔ اُس نے یہ نہیں کہا کہ ہم "کچھ دولت" سے دستبردار ہو جائیں بلکہ "جو کوئی اپنا سب کچھ ترک نہ کرے"۔

د۔ اُس نے یہ نہیں کہا کہ اگر کوئی اپنا سب کچھ اپنے پاس رکھے تو بھی اُس کے لئے کچا پکا شاگرد بننا ممکن ہوگا بلکہ یہ کہ "وہ میرا شاگرد نہیں ہوسکتا"۔

کیا مسیح نے یہ نہیں کہا:

"اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو جہاں کیڑا اور زنگ خراب کرتا ہے اور جہاں چور نقب لگاتے اور چُراتے ہیں۔ بلکہ اپنے لئے آسمان پر مال جمع کرو۔۔۔" (متّی ۶: ۱۹-۲۰)؟ مسٹر ویسلی نے کیا خوب کہا ہے:

"ہمارے مالک نے زنا اور قتل کی طرح زمین پر مال جمع کرنے کو بھی منع کیا ہے"۔

کیا مسیح نے نہیں کہا: "اپنا مال اسباب بیچ کر خیرات کردو۔۔۔" (لوقا ۱۲: ۳۳)؟

کیا اُس نے دولت مند سردار کو نصیحت نہیں کی: "اپنا سب کچھ بیچ کر غریبوں کو بانٹ دے۔ تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا اور آکر میرے پیچھے ہولے۔۔۔" (لوقا ۱۸: ۲۲)؟

کیا پہلی کلیسیا کے ایمانداروں نے یہ نہیں کیا کہ "اپنی جائیداد اور اسباب بیچ بیچ کر ہر ایک کی ضرورت کے موافق سب کو بانٹ دیا کرتے تھے" (اعمال ۲: ۴۵)؟

اور کیا ہر زمانہ میں ایسے ایمان دار نہیں گذرے جنہوں نے مسیح کی پیروی کرنے کے لئے واقعی اپنا سب کچھ بیچ دیا؟

اینتھونی نورس گروز اور اُن کی زوجہ محترمہ جو کہ بغداد میں پہلے مشنریوں میں سے تھے اِس بات کے قائل ہو گئے کہ "وہ زمین پر خزانہ جمع نہیں

کریں گے اور کہ وہ اپنی تمام آمدنی خُدا وند کی خدمت کے لئے دیں گے"۔ گرووز نے اپنی قائلیت کو اپنے کتابچہ "Christian Devotedness" میں بیان کیا ہے۔

سی۔ ٹی۔ اسٹڈ نے اپنی تمام دولت مسیح کو دے دی۔ یہ خُدا کے کلام کی سیدھی سادی پیروی تھی۔ خُداوند کے کام کے لئے ہزاروں پونڈ خرچ کرنے کے بعد اُس نے تین ہزار چار سو پونڈ اپنی نئی دُلہن کے لئے رکھ چھوڑے۔ لیکن دُلہن بھی اپنے خاوند سے پیچھے نہیں رہنا چاہتی تھی۔ اُس نے اپنے خاوند سے پُوچھا "خُداوند نے اُس دولت مند سردار کو کیا کرنے کو کہا تھا؟"

اُس نے جواب دیا "اپنا سب کچھ بیچ دے"۔

"ٹھیک ہے۔ تو پھر ہم بھی خُداوند سے حساب بے باک کر کے اپنی شادی شدہ زندگی شروع کریں گے" اور یُوں وہ روپیہ بھی خُدا کے کام کے لئے دے دیا گیا۔

ایثار کی یہی رُوح جم ایلیٹ میں زندہ تھی۔ وہ اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں:

"اے باپ، مجھے کمزور ہونے دے تاکہ تمام عارضی اشیاء پر میری گرفت ڈھیلی پڑ جائے۔ اے خُداوند، اپنی زندگی، اپنی شہرت اور اپنی ملکیت پر سے میرے ہاتھ کی گرفت ختم کر دے، یہانتک کہ مجھ میں کسی چیز کو اپنی رکھنے کی چاہت نہ رہے۔ جسطرح مسیح کے ہاتھ کھولے گئے اُسی طرح میرے ہاتھ بھی کلوری کی کیلوں سے کھول دے تاکہ سب کچھ چھوڑنے سے میں خُود بھی چھوٹ جاؤں اور اب جو چیزیں مجھے باندھے

رکھتی ہیں اُن سے آزاد ہو جاؤں۔ جس طرح مسیح نے خُدا کے برابر ہونے کو قبضہ میں نہ رکھا اور اپنے آپ کو خالی کر دیا اُسی طرح میرے ہاتھ کی گرفت کو بھی ختم کر دے۔"

ہمارے حیلہ باز دِل ہمیں کہتے ہیں کہ "مسیح کے الفاظ پر لفظی طور پر عمل کرنا ناممکن ہے۔ اگر ہم سب کچھ چھوڑ دیں گے تو بھوکے مر جائیں گے۔ ہمیں یقیناً اپنے اور اپنے عزیزوں کے لئے کچھ نہ کچھ پس انداز کرنا چاہئے۔ اگر ہر ایک مسیحی اپنا سب کچھ چھوڑ دے تو خُداوند کے کام کی مالی امداد کون کرے گا؟ اور اگر کچھ مسیحی امیر نہیں ہوں گے تو پھر اعلیٰ طبقہ کو خوشخبری کیسے سُنائی جائے گی؟" پس اِس طرح کی دلیل بازی سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ خُداوند مسیح کا وہ مطلب نہیں تھا جو کچھ اُس کے ارشادات سے ظاہر ہوتا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ خُداوند کے حکم کی تابع فرمانی نہایت دانشمندانہ اور معقول زندگی ہے جس سے بے پناہ خوشی و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ کلام کی گواہی اور تجربہ شاہد ہے کہ جو شخص مسیح کے لئے زندگی بسر کرتا ہے اُسے کِسی بات کی کمی نہیں ہوتی۔ جب کوئی خُدا کے حکموں پر چلتا ہے تو خُداوند اُس کی تمام ضروریات پوری کرتا ہے۔

جو لوگ مسیح کی خاطر سب کچھ چھوڑ دیتے ہیں وہ بھک منگے اور محتاج نہیں ہوتے کہ اُن کے مسیحی دوست اُن کی مدد کریں۔

۱۔ وہ جفاکش ہوتے ہیں اور اپنی اور اپنے خاندان کی ضروریات بہم پہنچانے کے لئے محنت سے کام کرتے ہیں۔

۲۔ وہ کفایت شعار ہوتے ہیں۔ وہ جہاں تک ممکن ہو سکے کفایت

شعاری سے زندگی بسر کرتے ہیں تاکہ جو اُن کی ضرورت سے اُن کے پاس زیادہ ہو اُسے خُداوند کے کام میں لگا سکیں۔

۳- وہ پیش بین ہوتے ہیں۔ زمین پر خزانہ جمع کرنے کی بجائے وہ آسمان پر خزانہ جمع کرتے ہیں۔

۴- وہ مُستقبل کے لئے خُدا پر بھروسہ کرتے ہیں۔ وہ اپنی زندگی کے بہترین حِصّہ کو اپنی عمر رسیدگی کی زندگی کو محفوظ بنانے کی بجائے خداوند مسیح کی خدمت میں صرف کرتے ہیں اور اپنے مستقبل کے لئے اُس پر بھروسہ کرتے ہیں۔ وہ ایمان رکھتے ہیں کہ اگر وہ پہلے خُدا کی بادشاہی اور اُس کی راستبازی کی تلاش کریں گے تو اُنہیں خوراک اور لباس کی ہرگز کمی نہیں ہوگی (متیّ ۶:۳۳)۔

اُن کے نزدیک برسات کے دنوں کے لئے دولت جمع کرنا نامناسب بات ہے۔ وہ اِس کی درج ذیل وجوہات پیش کرتے ہیں:

۱- ہم دیدہ دانِستہ اپنا زائد پیسہ اپنے پاس کیسے رکھ سکتے ہیں جبکہ وہ پیسہ ابھی اور اِسی وقت رُوحوں کی نجات کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ "...جس کِسی کے پاس دُنیا کا مال ہو اور وہ اپنے بھائی کو محتاج دیکھ کر رحم کرنے میں دریغ کرے تو اُس میں خُدا کی محبّت کیونکر قائم رہ سکتی ہے؟" (۱-یوحنّا ۳:۱۷)۔

پھر اِس اہم حُکم پر بھی غور کریں کہ "اپنے ہمسایہ سے اپنی مانند محبّت کرنا" (احبار ۱۹:۱۸)۔ کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم اپنے پڑوسی کو پیار کرتے ہیں جبکہ ہمارے پاس وافر موجود ہے اور ہمارا ہمسایہ بھوک سے مر رہا ہے؟ اگر مَیں کِسی ایسے شخص سے کہوں جو خُدا کی بے بیان نعمت

کو جاننے کی خوشی کا تجربہ رکھتا ہے کہ آیا وہ اِس خوشی کو ہزاروں دنیاؤں کے ساتھ تبدیل کرنے کو تیار ہے تو کیا وہ رضامند ہو جائے گا؟ پس آیئے ہم اُن ذرائع کو نہ روکیں جن سے ہم دوسروں تک اِس پاک خوشی اور آسمانی تسلّی کو پہنچا سکتے ہیں" (اے۔این گرووز)۔

۲۔ اگر ہم درحقیقت مسیح کی آمدِ ثانی پر یقین رکھتے ہیں تو پھر ہم یقیناً اپنے پیسے کو فوراً خُدا کی خدمت میں استعمال کریں گے، ورنہ یہ خدشہ لاحق رہے گا کہ وہ پیسہ جو ابدی برکات کے لئے اِستعمال ہو سکتا ہے شیطان کے ہاتھ میں چلا جائے۔

۳۔ ہم خُداوند سے مسیحی کام کے لئے پیسہ مہیّا کرنے کے لئے کیسے دُعا کر سکتے ہیں جب کہ ہم خود اُس کے لئے پیسہ دینا نہیں چاہتے؟ مسیح کے لئے سب کچھ ترک کرنے سے ہم دُعا میں ریاکاری سے بچ جاتے ہیں۔

۴۔ ہم دوسرے لوگوں کو خُدا کی تمام مشورت کو کیسے سکھا سکتے ہیں جبکہ ہم خود اُن میں سے بعض کی پیروی کرنے سے گریز کر رہے ہیں؟ ایسی حالت میں ہمارا مُنہ بند نہ رہے گا۔

۵۔ اِس دُنیا کے ہوشیار لوگ اپنے مستقبل کے لئے کافی سرمایہ محفوظ رکھتے ہیں۔ یہ ایمان سے نہیں بلکہ نظر سے چلنا ہے۔ مسیحیوں کو خُدا پر بھروسہ کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ اگر وہ زمین پر مال جمع کرتے ہیں تو وہ دُنیا اور اُس کے طور طریقوں سے کیسے مختلف ہیں؟

اکثر یہ دلیل بھی دی جاتی ہے کہ ہمیں اپنے خاندانوں کی ضروریات کے لئے ضرور پس انداز کرنا چاہئے ورنہ ہم بے دینوں سے بھی بُرے

ہیں۔ اپنے اِس نظریہ کی تصدیق کے لئے حسبِ ذیل آیات پیش کی جاتی ہیں۔

"لڑکوں کو ماں باپ کے لئے جمع کرنا نہیں چاہئے بلکہ ماں باپ کو لڑکوں کے لئے" (۲۔کرنتھیوں ۱۲: ۱۴)۔

"اگر کوئی اپنوں اور خاص کر اپنے گھرانے کی خبرگیری نہ کرے تو ایمان کا منکر اور بے ایمانوں سے بدتر ہے" (۱۔تیمتھیس ۵-۸)۔

اگر آپ اِن آیات کو بغور پڑھیں تو آپ کو علم ہو جائے گا کہ اِن کا تعلق موجودہ ضروریات سے ہے نہ کہ آئندہ کی سے۔

پہلی آیت میں پولس بطورِ کنایہ یہ کہتا ہے کہ وہ باپ ہے اور اہلِ کرنتھس اُس کے بچے۔ اگرچہ خداوند کا خادم ہونے کے باعث وہ اُن پر مالی بوجھ ڈال سکتا تھا تو بھی وہ نہیں ڈالنا چاہتا۔ آخرکار وہ اُن کا رُوحانی باپ تھا اور عام طور پر والدین ہی بچّوں کیلئے مہیّا کرتے ہیں نہ کہ بچّے والدین کے لئے۔ یہاں والدین کا بچّوں کے مستقبل کے لئے پس انداز کرنے کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ اِس عام بیان کا تعلق پولس رسول کی موجودہ ضروریات بہم پہنچانے سے ہے نہ کہ اُس کی مستقبل کی اِمکانی ضروریات سے۔

۱۔تیمتھیس ۵: ۸ میں رسُول غریب بیواؤں کی نگہداشت پر بات کر رہا ہے۔ وہ بڑا زور دے کر کہتا ہے کہ اُن کی دیکھ بھال کے ذمّہ دار اُن کے رِشتہ دار ہیں۔ اگر کسی بیوہ کا کوئی رشتہ دار نہیں یا وہ اُس کی ضروریات پوری کرنے سے قاصِر رہتا ہے تو پھر مقامی کلیسیا کا فرض ہے کہ وہ اُس کے بچّوں کی دیکھ بھال کرے۔ لیکن یہاں بھی موضوع موجودہ ضروریات ہے نہ کہ مستقبل کی ضروریات۔

خُدا کا نظریہ یہ ہَے کہ مسیح کے بدن (کلیسیا) کے اعضاء ایک دوسرے کی فوری ضروریات پوری کریں: "برابری کے طور پر اِس وقت تمہاری دولت سے اُن کی کمی پُوری ہو تاکہ اُن کی دولت سے بھی تمہاری کمی پوری ہو اور اِس طرح برابری ہو جائے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جِس نے بُہت جمع کیا اُس کا کُچھ زیادہ نہ نکلا اور جِس نے تھوڑا جمع کیا اُس کا کُچھ کم نہ نکلا" (۲-کرنتھیوں ۸: ۱۴-۱۵)۔

ایک مسیحی جو اپنی آئندہ ضروریات کے لئے ضرور پس انداز کرنا چاہتا ہَے اُسے یہ علم نہیں کہ آئندہ ضروریات کے لئے کتنا کافی ہوگا۔ پس وہ اپنی ساری زندگی آئندہ کے لئے پس انداز کرنے میں مصروف رہتا ہے اور یُوں وہ خداوند یسوع مسیح کو اپنی زندگی کا بہترین حِصّہ دینے کا اِستحقاق گنوا دیتا ہَے۔ جب وہ اپنی ضائع شُدہ زندگی کے آخر پر پہنچتا ہے تو اُسے معلُوم ہوتا ہے کہ اگر وہ پُورے دِل سے خُداوند کی خدمت کرتا رہتا تو بھی اُس کی ضروریات بہرحال پُوری ہوتی رہتیں۔

اگر تمام مسیحی خُداوند کے الفاظ پر پُوری طرح عمل کریں تو خُداوند کے کام کے لئے پیسے کی کمی نہیں ہوسکتی۔ انجیل کی اشاعت زیادہ قدرت اور زیادہ بڑے پیمانہ پر ہوسکتی۔ اگر کبھی کسی ایماندار کو ضرورت پیش آئے تو باقی ایمانداروں کو اپنی بساط کے مطابق خوشی خوشی اُس کا ہاتھ بٹانا چاہئے۔

یہ کہنا کہ دُنیا کے امیروں تک پہنچنے کے لئے امیر مسیحیوں کا ہونا لازمی ہَے درُست نہیں۔ پولس رسول جب قیدی تھا تو اُس نے قیصر کے گھرانے کو خوشخبری سنائی (فلپیوں ۴: ۲۲)۔ اگر ہم خُدا پر اعتماد کریں تو وہ ضرور مواقع مہیّا کریگا۔

اِس مُعاملہ میں مسیح کا نمونہ ہمارے لئے حتمی ہونا چاہئے۔ نوکر

اپنے مالک سے بڑا نہیں ہوتا" جبکہ خداوند غریب، ادنیٰ اور حقیر تھا تو اُس کے خادموں کو امیر، اعلیٰ اور معزز بننے کی کوشش کرنا زیب نہیں دیتا" (جارج ملر)۔

مسیح کے دکھوں میں غربت بھی شامل تھی (۲-کرنتھیوں ۸: ۹)۔ لیکن غربت کا مطلب چیتھڑے اور میل مٹی نہیں البتہ اس میں ذرائع کی کمی اور اسبابِ تعیّش کا نہ ہونا شامل ہے۔ اینڈرو مرے فرماتے ہیں کہ "اگر مسیح اور اُس کے شاگرد غریب نہ ہوتے تو وہ اُس کام کو جو انہوں نے پایۂ تکمیل تک پہنچایا پورا نہ کر سکتے تھے"۔ وہ جو دوسرے کو اُٹھانا چاہتا ہے ضرور ہے کہ نیک سامری کی طرح جھکے۔ نوعِ انسان کی اکثریت ہمیشہ غریب تھی اور اب بھی ہے" (اے۔ این۔ گروز)۔

لوگ دلیل دیتے ہیں کہ بعض ایسی اشیاء ہیں جو خاندانی زندگی کے لئے ضروری ہیں۔ یہ درست ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ مسیحی تجارت پیشہ لوگوں کے پاس تجارت کرنے کے لئے سرمایہ کا ہونا ضروری ہے۔ یہ بھی درست ہے۔

لیکن ان جائز ضروریات کے علاوہ، مسیحیوں کو انجیل کی اشاعت کے لئے کفایت شعاری اور خود انکاری کی زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ اُس کا مقولہ ہونا چاہیئے: "سخت محنت، کم خرچ اور زیادہ سے زیادہ بلکہ سب کا سب مسیح کے لئے" (اے۔ این گروز)۔

ہم میں سے ہر ایک خدا کے سامنے ذمہ دار ہے کہ اُس کے نزدیک سب کچھ ترک کرنے کا کیا مطلب ہے۔ اس سلسلہ میں ایک ایماندار دوسرے پر حکم نہیں چلا سکتا۔ ہر ایک کو اُس تعلیم کے مطابق جو اُسے خداوند سے ملی عمل کرنا چاہیئے۔ یہ خالصتاً انفرادی کام ہے۔

اگر خُداوند اِس تعلیم کے نتیجہ کے طور پر ایک شخص کو ایثار کے اِس درجے تک لے جاتا ہے جس سے وہ پہلے واقف نہیں تھا تو اِس میں ذاتی گھمنڈ کی گنجائش نہیں۔ ہماری ہر ایک قربانی، صلیب کی قربانی کے سامنے ہیچ ہے۔ علاوہ ازیں، ہم خداوند کو وُہی کچُھ دیتے ہیں جسے ہم بہرحال اپنے پاس نہیں رکھ سکتے اور جسے پیار کرنا ترک کر چُکے ہیں۔

ایسا آدمی بے وقوف نہیں ہے جو اُس چیز کو جسے وہ رکھ نہیں سکتا اِس لئے دیتا ہے کہ اُس سے ایسی چیز حاصل کرے جو وہ کبھی کھوئے گا نہیں" (جم ایلیٹ)۔

شاگرد بننے میں رُکاوٹیں

جب کوئی شخص مسیح کی پیروی کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اُس کے سامنے بہت سی رُکاوٹیں آئیں گی۔ اُس کے سامنے واپس آنے کے بہت سے مواقع پیش کئے جائیں گے۔ دُوسری آوازیں اُسے بُلائیں گی تاکہ وہ صلیب تک نہ پہنچ سکے۔ شیطان کے بارہ[12] تمن چیلے اُسے خُود انکاری اور قربانی کے راستے پر چلنے سے روکنے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔

تین اُمیدوار شاگردوں کے واقعہ میں اِس بات کو بڑی اچھی طرح بیان کیا گیا ہے۔ اُنہوں نے دُوسری آوازوں کو مسیح کی آواز پر ترجیح دی۔

"جب وُہ راہ میں چلے جاتے تھے تو کسی نے اُس سے کہا جہاں کہیں تُو جائے مَیں تیرے پیچھے چلُوں گا۔ یسوع نے اُس سے کہا کہ لُومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور ہَوا کے پرندوں کے گھونسلے مگر ابنِ آدم کے لئے سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں۔ پھر اُس نے دُوسرے سے کہا "میرے پیچھے چل۔ اُس نے کہا اے خُداوند! مُجھے اجازت دے کہ پہلے جاکر اپنے باپ کو دفن کروں۔ اُس نے اُس سے کہا کہ مُردوں کو اپنے مُردے دفن کرنے دے لیکن تُو جاکر خُدا کی بادشاہی کی خبر پھیلا۔ ایک اور نے بھی کہا اے خداوند مَیں تیرے پیچھے چلوں گا لیکن پہلے مُجھے اجازت دے کہ اپنے گھر کے لوگوں

سے رُخصت ہو آؤں۔ یسوع نے اُس سے کہا جو کوئی اپنا ہاتھ ہل پر رکھ کر پیچھے دیکھتا ہے وہ خُدا کی بادشاہی کے لائق نہیں" (لوقا ۹: ۵۷-۶۲)۔

تین آدمیوں نے جن کے نام نہیں بتائے گئے یسوع سے بالمشافہ باتیں کیں۔ اُن کے دِلوں میں یسوع کی پیروی کرنے کی زبردست خواہش موجود تھی۔ لیکن اُنہوں نے اپنی رُوحوں اور یسوع کی مکمّل پیروی کے درمیان کسی اور چیز کو آنے دیا۔

میاں جلد باز

پہلا آدمی "میاں جلد باز" تھا۔ وہ بڑے جوش سے پیروی کرنے کے لئے کہتا ہے: "جہاں کہیں تو جائے مَیں تیرے پیچھے چلُونگا"۔ کوئی قیمت بھی اِتنی بڑی نہیں ہوسکتی، کوئی صلیب بھی اِتنی بھاری نہیں ہوسکتی اور کوئی راہ بھی اِتنی دُشوار گذار نہیں ہوسکتی جو مُجھے تیری پیروی کرنے سے روک سکے"۔

اوّل اوّل ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ نجات دہندہ کا جواب میاں جلد باز کی پیشکش سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ یسوع نے کہا "لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور ہَوا کے پرندوں کے گھونسلے مگر ابنِ آدم کے لئے سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں"۔ درحقیقت خُداوند کا جواب بڑا مُناسب تھا۔ اُس نے گویا یہ کہا "تم ہر جگہ میرے ساتھ جانے کو تیار ہو، لیکن کیا تُم یہ زندگی کی مادی آسائشوں کے بغیر کرنے کو تیار ہو؟ میری نسبت لومڑیوں کے پاس دُنیا کا آرام زیادہ ہے۔ پرندوں کے گھونسلے ہیں جنہیں وہ اپنا کہہ سکتے ہیں لیکن جس دُنیا کو میرے ہاتھوں نے بنایا مَیں اُس میں بے گھر بھٹک رہا ہُوں۔ کیا تُم گھر کے آرام اور تحفّظ کو چھوڑ کر میرے پیچھے چلنے کو تیار ہو؟ کیا تُم

پُورے دل سے میری خدمت کرنے کے لئے زندگی کے جائز آرام و آسائش سے دست بردار ہونے کو تیار ہو"۔

ظاہر ہے کہ میاں جلد باز تیار نہیں تھا کیونکہ ہم کلامِ پاک میں اُس کے متعلق مزید نہیں پڑھتے۔ وہ مسیح کی نسبت دُنیاوی آرام و آسائش کو زیادہ عزیز رکھتا تھا۔

"میاں سُست رَو"

دُوسرے آدمی کو "میاں سُست رَو" کہا گیا ہے۔ اُس نے پہلے آدمی کی طرح خُود کو پیش نہیں کیا بلکہ خُداوند نے خُود اُسے اپنے پیچھے چلنے کو بُلایا۔ اُس نے جو جواب دیا اُس سے فوری انکار ظاہر نہیں ہوتا۔ یہ بات نہیں تھی کہ وہ خُداوند میں دلچسپی نہیں رکھتا تھا بلکہ یہ کہ وہ پہلے کوئی اور کام کرنا چاہتا تھا۔ یہی اُس کا گُناہ تھا۔ اُس نے اپنے مُطالبہ کو مسیح کے مُطالبہ پر ترجیح دی۔ اُس کے جواب پر غور کریں: "اے خُداوند! مجھے اجازت دے کہ پہلے جاکر اپنے باپ کو دفن کروں"۔

بے شک، ایک بیٹے کے لئے اپنے ماں باپ کی عزّت کرنا نہایت مناسب بات ہے۔ اور اگر باپ مر جائے تو یقیناً یہ مسیحی ایمان میں شامل ہے کہ اُس کی تدفین نہایت عزّت و احترام سے کی جائے۔ لیکن جب ہم زندگی کی جائز باتوں کو مسیح پر ترجیح دیتے ہیں تو وُہی گُناہ بن جاتی ہیں۔ اُس آدمی کی زندگی کی حقیقی خواہش اُس کے جواب سے ظاہر ہے۔ "خُداوند ... پہلے ... اپنے"۔ بالفاظِ دیگر، اُس کے جواب میں اپنی ذات کو اوّل درجہ دینے کی خواہش پوشیدہ تھی۔

شاید اُس نے محسوس نہیں کیا تھا کہ اُس کے الفاظ "خداوند... پہلے ... اپنے" ویسے ہی ناممکن اور متضاد ہیں۔ اگر مسیح "خداوند" ہے تو اُسے پہلا درجہ مِلنا چاہیئے لیکن اگر ضمیرِ شخصی "میں" تخت نشین ہے تو پھر مسیح "خداوند" نہیں۔

میاں سُست رَو کے پاس کام تھا جسے اُس نے اوّل درجہ دینا چاہا۔ پس یسوع کا یہ جواب نہایت مناسب تھا کہ "مُردوں کو اپنے مُردے دفن کرنے دے" لیکن تُو جا کر خُدا کی بادشاہی کی خبر پھیلا"۔ ہم اُسے اپنے الفاظ میں یُوں بیان کر سکتے ہیں: "بعض باتیں ایسی ہیں جنہیں رُوحانی مُردے اور رُوحانی طور پر زندہ دونوں کر سکتے ہیں۔ لیکن زندگی میں کچھ ایسی باتیں بھی ہیں جنہیں صرف رُوحانی لوگ کر سکتے ہیں۔ خبردار رہ کہ مبادہ تُو بھی اپنی زندگی اِنہی باتوں میں صَرف کر دے جو غیر نجات یافتہ کرتے ہیں۔ رُوحانی مُردوں کو جسمانی مُردے دفن کرنے دے، لیکن جہاں تک تیرا تعلق ہے تُو خُدا کو اوّل درجہ دے۔ تیری زندگی کا بُنیادی مقصد یہ ہے کہ تُو زمین پر میرے کام کو آگے بڑھاتا رہ"۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میاں سُست رو کے لئے یہ قیمت بہت بڑی تھی۔ پس وہ خاموش رہا اور گمنامی کے سمندر میں ڈُوب گیا۔

اگر پہلا آدمی مادی آرام و آسائش کو ظاہر کرتا ہے تو دُوسرے آدمی کے پاس کام ہے جسے وہ مسیحی زندگی کے مقصد پر ترجیح دیتا ہے۔ بات یہ نہیں ہے کہ لادین مُلازمت میں کوئی خرابی ہے۔ خُدا کی مرضی یہ ہے کہ آدمی اپنی اور اپنے خاندان کی ضرُوریات زندگی پُوری کرنے کے لئے کام کرے۔ لیکن حقیقی شاگرد کی زندگی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ پہلے خُدا کی بادشاہی اور اُس کی

راستبازی کو تلاش کرے، اور کہ وہ وہی کام نہ کرے جو غیر نجات یافتہ کرتے ہیں، اور کہ کام کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنی موجودہ ضروریات بہم پہنچائے جبکہ اُس کا بنیادی کام خُدا کی بادشاہی کو پھیلانا ہے۔

میاں سہل پسند

تیسرا آدمی "میاں سہل پسند" ہے۔ وہ پہلے آدمی کی طرح خُود کو مسیح کی پیروی کرنے کے لئے پیش کرتا ہے۔ لیکن وُہ دوسرے آدمی سے اِس بات میں مماثلت رکھتا ہے کہ اُس نے بھی متضاد الفاظ استعمال کئے: "خُداوند... پہلے... مجھے"۔ اُس نے کہا "اے خُداوند! مَیں تیرے پیچھے چلوں گا لیکن پہلے مجھے اجازت دے کہ اپنے عزیز واقارب کو اَلوداع کہوں"۔

ایک مرتبہ پھر ہم اِقرار کرتے ہیں کہ بنیادی طور پر اِس درخواست میں کوئی خرابی نہیں تھی۔ اپنے عزیزوں سے جُدا ہوتے وقت اُن کے ساتھ اپنے پیار کا اظہار کرنا خُدا کے حکموں کے خلاف نہیں۔ تو پھر وہ کونسی بات تھی جس کی وجہ سے وہ رہ گیا؟ وجہ یہ تھی کہ اُس نے انسانی تعلقات کو مسیح پر ترجیح دی۔

پس مسیح یسوع نے اُس کے دِل کی گہرائی میں جھانکتے ہُوئے فرمایا: "جو کوئی اپنا ہاتھ ہل پر رکھ کر پیچھے دیکھتا ہے وہ خُدا کی بادشاہی کے لائق نہیں"۔ دُوسرے لفظوں میں "میرے شاگرد خُود مرکز نہیں ہوں گے جیسے کہ تُو نے ظاہر کیا ہے۔ مَیں ایسے لوگ چاہتا ہُوں جو خاندانی تعلقات سے مُنہ موڑ لیں، جو جذباتی رِشتہ داروں سے متاثر نہ ہوں اور جو اپنی زندگیوں میں مجھے باقی تمام پر اوّل درجہ دیں۔

ہم اِس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ میاں سہل پسند، مسیح کو چھوڑ کر اپنے گھر چلا گیا۔ اُس کا شاگرد بننے کا ضرورت سے زیادہ پُرجوش اعتماد خاندانی تعلقات کی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔ ممکن ہے کہ یہ اُس کی آنسو بہاتی ہوئی ماں ہو جس نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا ہو "بیٹا، اگر تم مجھے چھوڑ کر انجیل کی منادی کرنے چلے گئے تو تم اپنی ماں کا دِل توڑ دو گے"۔ ہمیں یہ علم نہیں۔ لیکن جو کچھ ہم جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ بائبل اِس کمزور دِل آدمی کا نام نہیں بتاتی جس نے مسیح سے منہ موڑ کر اپنی زندگی کا سب سے بڑا موقع گنوا دیا اور اُس پر یہ مُہر لگ گئی کہ "خُدا کی بادشاہی کے ناقابل"۔

خُلاصہ۔

حقیقی شاگرد بننے کے سِلسلہ میں یہ تین بنیادی رُکاوٹیں ہیں جنہیں اُن تین آدمیوں کی مثال سے ظاہر کیا گیا ہے جو مسیح کے ساتھ چلنے کے لئے تیار نہیں تھے۔

میاں جلد باز = مادی آرام و آسائش کے ساتھ پیار۔
میاں سُست رَو = اپنے کام کو ترجیح۔
میاں سہل پسند = خاندانی تعلقات کو اوّل درجہ۔

خُداوند مسیح مَردوں اور عورتوں کو جیسے پہلے بُلاتا رہا اب بھی دلیری اور قُربانی کے جذبہ کے ساتھ اپنے پیچھے چلنے کے لئے بُلا رہا ہے۔ تاہم فرار کا راستہ اب بھی بڑے مَلتجیانہ لہجے میں اُنہیں کہتا ہے "اپنے آپ کو مصیبت میں نہ ڈال۔ اِس سے دُور رہ"۔

شاگرد مختار ہیں

لوقا ۱۶ : ۱-۱۳

بے اِنصاف مختار کی تمثیل شاگردوں سے کہی گئی تھی۔ اِس تمثیل میں نجات دہندہ نے ہر زمانہ میں شاگردوں کے لئے ایک اصول مقرر کیا۔ آخرکار شاگرد بنیادی طور پر مختار ہیں جن کے سپرد اُس نے اِس زمین پر اپنی املاک اور اغراض و مقاصد کئے ہیں۔

اِس تمثیل میں بظاہر کچھ مشکلات نظر آتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اِس میں بد دیانتی اور کجی کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن جب ہم اِسے اِس کی حقیقی روشنی میں دیکھتے ہیں تو اِس میں ایسی ہدایات ملتی ہیں جو نہایت اہمیّت کی حامل ہیں۔

یہ تمثیل مختصراً یُوں ہے کہ ایک امیر وکبیر آدمی نے اپنے کاروبار کی دیکھ بھال کے لئے ایک مُلازم رکھا۔ کچھ عرصہ بعد مالک کو علم ہُوا کہ اُس کا مُلازم اُس کا روپیہ فضول خرچ کر رہا ہے۔ چنانچہ اُس نے اُس سے فوراً حساب طلب کیا اور پھر اُسے نوٹس دے دیا کہ اُسے مُلازمت سے برطرف کر دیا جائے گا۔

اُس ملازم نے محسُوس کیا کہ اُس کا مستقبل خطرے میں ہے۔ وہ بُوڑھا آدمی تھا اِس لئے محنت مشقّت نہیں کر سکتا اور نہ وُہ شرم

کے باعث بھیک مانگ سکتا تھا۔ پس اُس نے ایک ترکیب سوچی جس سے آئندہ دِنوں میں لوگ اُس کے دوست بنے رہیں۔ وُہ اپنے مالک کے ایک مقروض کے پاس گیا اور دریافت کیا "آپ میرے مالک کے کتنے مقروض ہیں؟" اُس نے جواب دیا "سَو (۱۰۰) مَن تیل"۔ "اچھّا" ملازم نے کہا "آپ آدھے تیل کی قیمت اداکریں اور حساب ختم سمجھیں"۔ پھر وہ دُوسرے مقروض کے پاس گیا اور دریافت کیا۔ اُس نے کہا "سَو (۱۰۰) من گندم"۔ "اچھّا تو آپ اسّی (۸۰) مَن اداکریں اور باقی حساب بے باک سمجھیں"۔

لیکن مالک نے اِس بد دیانت مُلازم پر جو تبصرہ کیا ہے وہ اور بھی حیران کن ہے۔ "مالک نے بے ایمان مُختار کی تعریف کی اِس لئے کہ اُس نے ہوشیاری کی تھی کیونکہ اِس جہان کے فرزند اپنے ہمجنسوں کے ساتھ معاملات میں نُور کے فرزندوں سے زیادہ ہوشیار ہیں" (آیت ۸)۔

ایک بات یقینی ہے۔ نہ تو وہ مالک اور نہ ہمارا خُداوند اِس قسم کی بد دیانتی کی تعریف کرسکتا ہے بلکہ یہی وجہ ہے کہ اُسے اُس نے ملازمت سے برطرف کر دیا۔ کوئی راستباز آدمی بھی اِس قسم کی بد دیانتی اور بے وفائی کی حمایت نہیں کرسکتا۔ یہ تمثیل غبن کو ہرگز جائز قرار نہیں دیتی۔

صرف ایک ہی بات تھی جس کے لئے بے ایمان مُختار کی تعریف کی جا سکتی تھی اور وہ تھی کہ اُس نے اپنے مُستقبل کے لئے سوچا تھا۔ اُس نے ایسے اقدامات کئے کہ برطرف کئے جانے کے بعد بھی لوگ اُس کے دوست بنے رہیں۔ اُس نے "اب" کی بجائے "تب" کے لئے کام کیا۔

اِس تمثیل کا یہی مرکزی نکتہ ہے۔ دُنیاوی لوگ آئندہ دِنوں کے لئے بڑی زبردست تدابیر اختیار کرتے ہیں۔ وہ جس مُستقبل کے لئے فکرمند

رہتے ہیں وہ بڑھاپا ہے۔ پس وہ اِس بات کی تگ و دو میں رہتے ہیں کہ جب ملازمت نہ رہے گی تو وہ عرصہ بے فکری اور آرام سے بسر ہو۔ وہ اپنے سماجی تحفظ کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔

اِس لحاظ سے غیر نجات یافتہ، مسیحیوں سے زیادہ عقلمند ہیں۔ لیکن یہ سمجھنے کے لئے کہ کیسے؟ یہ جاننا ضروری ہے کہ مسیحیوں کا مستقبل اِس زمین پر نہیں بلکہ آسمان میں ہے۔ یہ بنیادی نکتہ ہے۔ ایک بے ایمان کا مستقبل اب سے لے کر قبر تک کا عرصہ ہے جبکہ خُدا کے فرزند کے مستقبل کا مطلب، ابد تک مسیح کے ساتھ سکونت کرنا ہے۔

اِس پس منظر کے ساتھ مسیح خُداوند سبق کے عملی اطلاق کو پیش کرتا ہے۔

"اور مَیں تم سے کہتا ہوں کہ ناراستی کی دولت سے اپنے لئے دوست پیدا کرو تاکہ جب وہ جاتی رہے تو یہ تم کو ہمیشہ کے مسکنوں میں جگہ دیں "۔

ناراستی کی دولت، روپیہ یا دیگر مادی املاک ہیں۔ ہم اِن کو لوگوں کو مسیح کے پاس لانے کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔ جن لوگوں کو ہم اپنے پیسے کے وفادارانہ استعمال کے ذریعے جیتتے ہیں اُنہیں یہاں دوست کہا گیا ہے۔ ایک دن آنے والا ہے جب ہم برطرف کئے جائیں گے یعنی مر جائیں گے یا اُڑ کر آسمان پر مسیح کا استقبال کریں گے۔ اُس وقت وہ لوگ جنہیں ہم نے اپنے پیسے کے درست استعمال سے جیتا، ہمارے دوست ہوں گے اور بطور استقبالیہ کمیٹی ہماری ابدی سکونت گاہوں میں ہمارا استقبال کریں گے۔

یہ ہے وہ طریقہ جس کے ذریعہ عقلمند مُختار اپنے مستقبل کے لئے منصوبہ بناتے ہیں۔ وہ اِس زمین پر تحفّظ حاصل کرنے کے لئے اپنی مُختصر زندگی کو بے فائدہ بسر نہیں کرتے بلکہ وہ آسمان میں اپنے دوستوں کی تعداد بڑھانے کے لئے اپنے پیسے کو لوگوں کو مسیح کے لئے جیتنے کے لئے اِستعمال کرتے ہیں۔ یہ ہے وہ پیسہ جو بائبل، نیا عہدنامہ، بائبل کے حِصّے اور دِیگر مسیحی لٹریچر کی اشاعت میں لگایا جاتا ہے۔ یہ ہے وہ پیسہ جو خادم الدین اور دیگر مسیحی کارندوں کی مدد کرنے اور مسیحی ریڈیو پروگراموں اور دیگر مسیحی سرگرمیوں میں اِستعمال کیا جاتا ہے۔ مُختصراً وہ پیسہ جو کِسی نہ کِسی طریقے سے انجیل کو پھیلانے کے لئے اِستعمال ہوتا ہے۔ آسمان پر خزانہ جمع کرنے کا واحِد طریقہ یہ ہے کہ ہم اُس چیز میں پیسہ لگائیں جو آسمان پر جائے گی۔

جب ایک مسیحی یہ دیکھتا ہے کہ اُس کے مادی ذرائع رُوحیں جیتنے کے لئے اِستعمال ہو سکتے ہیں تو اُس کے دِل میں دَولت، مادی شان وشوکت اور عیش وعِشرت کی چاہت ختم ہو جاتی ہے۔ اب وہ اپنی ناراستی کی دَولت سے بہتر کے پرستار جمع کرنے کا آرزومند رہتا ہے۔ وہ لوگوں کی زندگیوں میں ایک ایسا کام کرنے میں مصرُوف رہتا ہے جو خُدا کو ابدی جلال دے گا اور لوگوں کے لئے بھی ابدی برکت کا باعِث بنتا ہے۔

اُس کے نزدیک تمام ہیرے جواہرات، بنک میں تمام روپیہ پیسہ، تمام انشورنس پالیسیاں، مکان اور شاندار کاریں وغیرہ، سب ناراستی کی دولت ہیں۔ اگر اُنہیں اپنی ذات کے لئے اِستعمال کیا جائے تو اِستعمال کے ساتھ ختم ہو جائیں گی لیکن اگر انہیں مسیح کے لئے اِستعمال کیا جائے تو ابدی نفع کا باعث بنتی ہیں۔

جس طریقے سے ہم مادی اشیاء استعمال کرتے ہیں اور جس طریقے سے ہم انہیں حاصل کرتے ہیں اُس سے ہمارا کردار ظاہر ہوتا ہے۔ مسیح خُداوند نے آیت ۱۰ میں اِس پر بڑا زور دیا ہے:

"جو تھوڑے سے تھوڑے میں دیانتدار ہے وہ بہت میں بھی دیانتدار ہے اور جو تھوڑے سے تھوڑے میں بددیانت ہے وہ بہت میں بھی بددیانت ہے۔"

اِس زمین پر سب سے چھوٹی بات مادی اشیاء کی مختاری ہے۔ دیانت دار وہ لوگ ہیں جو ان چیزوں کو خُدا کے جلال اور اپنے ہمجنسوں کی برکت کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ لیکن بددیانت انہیں اپنے آرام و آسائش اور لطف اندوزی کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اگر ایک شخص چھوٹی بات (مادی اشیاء) میں دیانتدار نہیں تو اُس کے سپرد بڑی بات (رُوحانی مختاری) نہیں کی جا سکتی۔ اگر ایک شخص ناراستی کی دولت کے سلسلہ میں بددیانت ہے تو اُس سے یہ اُمید کیسے کی جا سکتی ہے کہ وہ مسیح کی خدمت اور خُدا کے بھیدوں کی مختاری میں وفادار رہے گا (۱-کرنتھیوں ۴: ۱)۔

پس خُداوند اِس بحث کو ایک قدم اور آگے بڑھاتا ہے:

"جب تم ناراست دولت میں دیانت دار نہ ٹھہرے تو حقیقی دولت کون تمہارے سپرد کرے گا؟ (آیت ۱۱)۔

دُنیاوی خزانے حقیقی دولت نہیں کیونکہ اُن کی قدروقیمت فانی اور عارضی ہے۔ رُوحانی خزانہ حقیقی خزانہ ہے۔ اُس کو ناپا نہیں جا سکتا اور نہ وہ کبھی ختم ہی ہوگا۔ جب تک ایک شخص مادی چیزوں میں دیانتدار نہیں ہوتا، اُس وقت تک وہ خُدا سے اُمید نہیں رکھ سکتا کہ وہ اُس پر رُوحانی خوشحالی

یا آسمان پر خزانہ کے لئے اعتبار کرے گا۔

مسیح خُداوند مزید کہتا ہے :

"اگر تم بیگانہ مال میں دیانت دار نہ ٹھہرے تو جو تمہارا اپنا ہے اُسے کون تمہیں دے گا" (آیت ۱۲)!

مادی اشیاء ہماری ملکیت نہیں، خُدا کی ہیں۔ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ خُدا کی مُقدس امانت ہے۔ جسے ہم اپنا کہہ سکتے ہیں وہ صرف اِس جہان میں ہماری خدمت کے پھل اور آئندہ جہان میں وفادارانہ مختاری کا اجر ہے۔ اگر ہم خُود کو خُدا کی چیزوں کو استعمال کرنے اور اُس کے کلام کا سنجیدگی سے مُطالعہ کرنے میں قابلِ اعتماد ثابت نہیں کرتے تو ہم اِس زندگی میں خُدا کے کلام کی گہری سچائیوں کو پانے یا آئندہ جہان میں اَجر حاصل کرنے کی اُمید بھی نہیں رکھ سکتے۔

نکتہ عروج پر پہنچ کر مسیح خُداوند اِس تمثیل کا تعلیمی خُلاصہ بیان کرتا ہے:

"کوئی نوکر دو مالکوں کی خِدمت نہیں کر سکتا کیونکہ یا تو ایک سے عداوت رکھیگا اور دُوسرے سے محبّت یا ایک سے مِلا رہے گا اور دُوسرے کو ناچیز جانے گا۔ تم خُدا اور دولت دونوں کی خِدمت نہیں کر سکتے" (آیت ۱۳)۔

وفاداری کو تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ ایک شاگرد دو دُنیاؤں کے لئے زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ ایک مختار یا تو خُدا کو پیار کرے گا یا ناراستی کی دولت کو۔ اگر وہ ناراستی کی دولت کو پیار کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ خُدا سے نفرت کرتا ہے۔

اور ہاں، یاد رہے کہ یہ تمثیل شاگردوں سے بیان کی گئی تھی، غیر نجات یافتہ لوگوں سے نہیں۔

گرم جوشی

اگر ایک شاگرد زیادہ ذہنی قابلیّت نہیں رکھتا تو یہ قابلِ مُعافی ہے اور اگر وہ دلیری اور جوانمردی سے خالی ہے تو یہ بھی مُعاف کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر کسی شاگرد میں گرم جوشی نہیں تو ناقابلِ مُعافی ہے۔ اگر اُس کے دِل میں اپنے نجات دہندہ کے لئے جوش وخروش مَوجزن نہیں تو وہ اُس کا نہیں اور سزا کا حقدار ہے۔

آخر مسیحی اُس کے ہی پیروکار ہیں جسکی بابت کہا گیا ہے کہ "تیرے گھر کی غیرت مجھے کھا جائے گی" (یوحنّا ۲: ۱۷)۔ اُن کا نجات دہندہ خُدا اور اُس کے کام کے بارے میں بڑا پُرجوش تھا۔ اُس کے پاس نِیم دِلی سے پیروی کرنے والوں کے لئے جگہ نہیں ہے۔

مسیح خُداوند، رُوحانی کھنچاؤ کی حالت میں زندگی بسر کرتا تھا۔ یہ اُس کے اِن الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے: "مجھے ایک بپتسمہ لینا ہے اور جب تک وہ نہ ہولے میں کیا ہی تنگ رہونگا!" (لُوقا ۱۲: ۵۰)۔ پھر اُس کے اُن معرُوف الفاظ سے بھی یہ ظاہر ہے:

"ہمیں اُس کے کام دِن ہی دِن کو کرنا ضرور ہے۔ وہ رات آنے والی ہے جس میں کوئی شخص کام نہیں کر سکتا" (یُوحنّا ۹: ۴)۔

مسیح نے یوحنّا بپتسمہ دینے والے کے جوش کی تصدیق کی جب اُس نے کہا کہ "وہ جلتا اور چمکتا ہُوا چراغ تھا" (یوحنّا ۵ : ۳۵)۔

پولس رسُول بھی غیوّر اور پُر جوش تھا۔ کسی نے اُس کی زندگی کی تڑپ اور جوش کو درج ذیل خاکہ میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے :-

"وہ ایک ایسا شخص تھا جسے نہ تو دوست بنانے کی فکر تھی، نہ دُنیاوی مال و دولت کی اُمید یا خواہش، نہ زندگی کا فکر و تردّد، نہ دُنیاوی نقصان کا خدشہ اور نہ موت کا ڈر۔ اُس کا نہ تو کوئی مُلک تھا اور نہ منصب۔ اُس کے دل میں صرف ایک ہی دُھن سمائی ہُوئی تھی یعنی مسیح کی خوشخبری۔ اُس کا صرف ایک ہی مقصد تھا یعنی خُدا کو جلال دینا۔ وہ بے وقوف تھا اور مسیح کے لئے بے وقوف بننے سے خُوش تھا۔ اگر دُنیا اُسے مجذوب، دیوانہ، جھکّی یا کسی اور اجنبی نام سے پُکارنا چاہتی ہے تو پُکارنے دو۔ لیکن اُسے انوکھا انسان رہنے دو۔ آپ اُس کا کردار خواہ کیسے ہی بیان کریں وہ خُدا کی تعریف کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ لازم ہے کہ وہ کلام کرتا رہے یا پھر مر جائے، اور اگرچہ اُس پر موت کا حکم لگ بھی جائے تو بھی وہ کلام کرتا رہے گا۔ اُسے چین نہیں۔ وہ زمین اور سمندر، اور پہاڑوں اور ریگستانوں میں سفر کرتا رہتا ہے۔ اُسے کلام کرنے سے کوئی شئے نہیں روک سکتی اور نہ وہ کسی کا لحاظ کرتا ہے۔ وہ قید کی حالت میں منادی کرتا ہے اور سمندر کا طُوفان اُسے خاموش نہیں کر سکتا۔ وہ حاکموں اور بادشاہوں کے سامنے حق کی گواہی دیتا ہے۔ موت کے سوا کوئی اور شئے اُس کی آواز کو خاموش نہیں کر سکتی، اور یہانتک کہ موت کا حکم صادر ہونے کے بعد، پیشتر ازیں کہ تلوار اُس کا سر جسم سے جُدا کر دے، وہ کلام کرتا، دُعا کرتا، گواہی دیتا،

اِقرار کرنا، درخواست کرنا اور آخر میں اپنے پر ظلم کرنے والوں کے لئے برکت چاہتا ہے"۔

خُدا کے دیگر بندوں نے بھی خُدا کو خُوش کرنے کی اِسی قسم کی سُلگتی اور بھڑکتی ہوئی خواہش کا اِظہار کیا۔

مشہور و معروف مِشنری سی۔ ٹی۔ سٹڈ فرماتے ہیں:

عَصرِ حاضر کے مُبشّر کِس قدر محتاط ہیں
ہوتے ہیں جا کر کھڑے کب! چوک چوراہے میں وہ
چار دیواری میں گرجے کی منادی کرتے ہیں
گھنٹیوں کی دِلنشیں آواز کے سائے میں وُہ تو
ہے مگر میرا طریقِ کار اُن سے مختلف
مَیں نے ڈھونڈی ہے گنہگاروں کی اک جائے اَمان
چند گز کے فاصلے پر دہنِ دوزخ سے اِدھر
کھولنا چاہتا ہُوں میں رُوحیں بچانے کی دُکان

اور لُطف کی بات یہ ہے کہ مِسٹر سٹڈ میں مسیح کے لئے پُوری مخصوصیّت کا جذبہ ایک مُلحد کے درج ذیل مضمون سے پیدا ہُوا:

"اگر مَیں دیگر لاکھوں لوگوں کی طرح کامل یقین رکھتا کہ اِس زندگی میں مذہب پر ایمان اور اُس پر عمل کرنے سے آئندہ جہان میں ہماری عاقبت مُتاثر ہوتی ہے تو پھر میرے لئے مذہب سے بڑھ کر کوئی اور شے نہ ہوتی۔ مَیں دُنیا کی عیش و عشرت کو کُوڑا، دنیا کی فکروں کو بے وقوفی اور دُنیا کے خیالات اور احساسات کو بطالت سمجھ کر اپنے سے دُور کر دیتا۔ مذہب

صُبح بیدار ہوتے وقت میرا سب سے پہلا اور رات کو سوتے وقت میرا آخری خیال ہوتا۔ مَیں صرف اُسی کے لئے کام کرتا۔ مَیں صرف ابدیت ہی کا خیال کرتا۔ میری نظر میں نجات پانے والی ایک رُوح کی قدر و قیمت ساری زندگی دُکھ اُٹھاتے رہنے سے کہیں زیادہ ہوتی۔ دنیاوی نتائج میرے ہاتھ کو کبھی بھی نہ روک سکتے یا میرے مُنہ کو بند نہ کر سکتے۔ زمین اور اُس کی خوشیاں اور برکتیں ایک لمحہ کے لئے بھی میرے خیالات پر حاوی نہ ہوتیں۔ مَیں صرف ابدیت کو اور اپنے اِرد گرد غیر فانی رُوحوں کو دیکھنے کی کوشش کرتا رہتا جو جلد ہی ابدی خوشی یا ابدی غمی کی وارث بن جائیں گی۔ مَیں دُنیا میں نکلتا اور وقت اور بے وقت منادی کرتا اور میرا مضمون ہوتا: "آدمی اگر ساری دُنیا کو حاصل کرے اور اپنی جان کا نقصان اُٹھائے تو اُسے کیا فائدہ ہوگا؟"

جان ویسلی بڑے جوشیلے آدمی تھے۔ اُنہوں نے کہا "آپ مجھے سَو آدمی ایسے مُہیّا کریں جو خُدا کو پُورے دِل سے پیار کرتے ہوں اور ماسوا گُناہ کِسی سے نہ ڈرتے ہوں تو مَیں ساری دُنیا کو ہلا کر رکھ دُونگا"۔

شہید ایکویڈر، جم ایلیٹ مسیح کے لئے آگ کا ایک شعلہ تھا۔ ایک دِن جب وہ اِن الفاظ پر کہ "وہ اپنے خادموں کو آگ کے شعلے بناتا ہے" (عبرانیوں ۱ : ۷) سوچ بچار کر رہا تھا تو اُس نے اپنی ڈائری میں لکھا:

"کیا مَیں بھڑک سکتا ہوں؟ اے خُدا! تو مجھے دُنیا کی اُن چیزوں سے

جو اِس آگ کو بُجھا سکے رکھتی ہیں رہائی دے۔ مجھے رُوح کے تیل میں تر کر تاکہ میں شعلہ بن جاؤں۔ لیکن شعلہ جلد گزرنے والا ہے اور اکثر اُس کی عمر کم ہوتی ہے۔ اے میری جان، کیا تو اِس کم عمری کو برداشت کر سکتی ہے؟ مجھ میں قلیل عرصہ کے لئے زندہ رہنے والے اُس عظیم شخص کی رُوح سکونت پذیر ہے جسے خُدا کے گھر کی غیرت کھا گئی تھی۔ اے خُدا تو مجھے اپنا ایندھن اور شعلہ بنا۔"

بیسویں صدی میں کلیسیا کی شرمناک بات یہ ہے کہ مسیحیوں کی نسبت کمیونسٹوں اور بدعتی فرقوں میں زیادہ سرگرمی اور جوش پایا جاتا ہے۔

سنہ ۱۹۰۳ء میں ایک آدمی اپنے ۱۷ پیروکاروں کے ساتھ دُنیا پر حملہ کرنے لگا۔ اُس کا نام لینن تھا۔ سنہ ۱۹۱۸ء تک ان کی تعداد چالیس ہزار تک پہنچ گئی اور اِن چالیس ہزار کے ساتھ اُس نے رُوس کے ۱۶ (سولہ) کروڑ لوگوں پر قبضہ کر لیا۔ پھر یہ تحریک آگے اور آگے بڑھتی گئی یہاں تک کہ دُنیا کے تہائی حصہ پر قابض ہو گئی۔ بے شک ہم اُن کے اصولوں کی مخالفت کر سکتے ہیں لیکن اُن کے جوش و خروش کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

جب بلی گراہم نے درج ذیل خط پہلی مرتبہ پڑھا جو ایک امریکی طالب علم نے لکھا تھا جس نے میکسیکو میں اشتراکیت کو قبول کیا تھا تو مسیحیوں نے شدید تنبیہ محسوس کی۔ اِس خط کے لکھنے کا مقصد اپنی منگیتر کو یہ بتانا تھا کہ وہ کیوں منگنی توڑ رہا ہے:۔

"ہم کمیونسٹوں کی اوسط اموات بہت زیادہ ہے۔ ہمیں گولی ماری جاتی، پھانسی دی جاتی، مارا کوٹا جاتا، نوچا گھسوٹا جاتا، قید کیا جاتا، ملازمت سے نکال دیا جاتا اور ممکن حد تک ہماری زندگی اجیرن بنا دی جاتی ہے۔ ہم میں سے بہت سے

ہلاک کر دیئے جاتے یا قید میں ڈال دیئے جاتے ہیں۔ ہم حقیقتاً غربت میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ زندہ رہنے کے لئے اپنی اشد ضروریات پوری کرنے کے بعد ہم اپنی آمدنی کا پیسہ پیسہ پارٹی کو دے دیتے ہیں۔ ہمارے پاس فلم، ناچ رنگ، مُرغن کھانے، پُرآسائش گھر اور نئی کاروں کے لئے نہ تو پیسہ ہے اور نہ وقت۔ ہمیں جنونی کہا جاتا ہے۔ بے شک ہم جنونی ہیں۔ ہماری زندگیوں پر صرف ایک ہی بھوت سوار ہے: عالم گیر اشتراکیت کے لئے جدّوجہد۔

ہم کمیونسٹوں کے پاس زندگی کا ایسا فلسفہ ہے جسے دولت سے نہیں خریدا جا سکتا خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو۔ ہماری زندگی کا ایک خاص مقصد اور جدّوجہد کرنے کی ایک معقول وجہ ہے۔ ہم نے اپنی ذات کو انسانیت کی ایک عظیم تحریک کے لئے وقف کر دیا ہُوا ہے۔ اور اگر ہمیں اپنی شخصی زندگی مشکل نظر آتی ہے یا اپنے آپ کو پارٹی کے ماتحت کر دینے سے ہماری انا مجروح ہوتی ہے تو اِس خیال سے ہمیں تسکین ملتی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنی اپنی استطاعت کے مُطابق خواہ وہ کم ہے خواہ زیادہ نئی، حقیقی اور بہتر انسانیت کے لئے جدوجہد کر رہا ہے۔ مَیں دل و جان سے اشتراکیت کی اشاعت کروں گا۔ یہ میری زندگی، میرا کاروبار، میرا مذہب، میرا شغل، میری محبوبہ، میری بیوی اور میرا کھانا پینا ہے۔ مَیں دن میں اِس کے لئے کام کرتا ہُوں اور رات کو اِس کا خواب دیکھتا ہُوں۔ پس مَیں نہ تو کسی سے دوستی رکھ سکتا اور نہ کِسی سے محبّت کر سکتا ہُوں، یہاں تک کہ کِسی سے ایسی بات بھی نہیں کر سکتا جِس کا تعلق اِس قوّت سے جو میری زندگی کی گاڑی چلاتی ہے نہ ہو۔ مَیں لوگوں کی کتابوں، خیالوں اور کاموں کا اِس نظریہ سے

تجزیہ کرتا ہوں کہ اُس کا اثر اشتراکیت کے فروغ پر کیا پڑ رہا ہے اور اُن کا اُس کے بارے میں روّیہ کیا ہے۔ مَیں اپنے نظریات کے باعث پہلے بھی جیل جا چکا ہوں اور اگر ضرورت ہوئی تو مَیں گولیوں کی باڑھ کھانے کو بھی تیار ہوں"۔

اگر کمیونسٹ اپنے مقصد کے لئے اِس قدر سنجیدہ ہو سکتے ہیں جیسے کہ یہ تھا تو مسیحیوں کو اپنے جلالی خُداوند کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو کِس قدر زیادہ خوشی سے وقف کرنا چاہیئے! مسیح خُداوند کی قدر و قیمت تو یقیناً سب سے زیادہ ہے۔ کِسی نے کیا سچ کہا ہے: "اگر مسیحی ایمان اِس قابل ہے کہ اُس پر ایمان لایا جائے تو پھر اُس پر دلیری سے ایمان لایا جائے"۔

"اگر مسیح نے سچ مچ کوئی ایسا کام کیا ہے جس پر دُنیا کی نجات کا اِنحصار ہے اور اُس نے اُسے دُنیا پر ظاہر بھی کیا ہے تو پھر یہ مسیحیوں کا فرض ہے کہ وہ کِسی ایسی بات کو برداشت نہ کریں جو اُس سے لاپرواہی کا سبب بنتی ہے"۔

خُدا کو ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جنہوں نے اپنے آپ کو مکمّل طور پر پاک رُوح کے سپُرد کر دیا ہو۔ یہ لوگ دوسروں کو ایسے نظر آئیں گے گویا کہ مخمور ہیں، لیکن جو جانتے ہیں وہ محسوس کریں گے کہ اِن میں خُدا کے لئے ایک گہری، عظیم اور نہ بجھنے والی پیاس موجود ہے۔

شاگردی کے ہر ایک اُمیدوار کو اپنے دِل میں اور اپنی زندگی میں گرمجوشی کی ضرورت کو جگہ دینی چاہیئے۔ بشپ رائل Ryle فرماتے ہیں:۔

"دین میں پُرجوش آدمی صِرف ایک بات کا خواہاں ہوتا ہے۔ یہ کہنا کافی

نہیں کہ وہ سنجیدہ، سمجھوتہ نہ کرنے والا، مستقل مزاج، پُرشوق اور رُوح میں سرگرم ہے۔ نہیں۔ بلکہ وہ صرف ایک بات کو دیکھنا، ایک بات کے لئے فکرمند رہنا، ایک ہی بات کی اُسے دُھن ہے اور وہ ایک بات خُدا کو خُوش کرنا ہے۔ خواہ وہ زندہ رہتا ہے یا مرتا ہے، خواہ وہ تندرُست رہتا ہے یا بیمار، خواہ وہ امیر ہے یا غریب، چاہے اُسے عقلمند سمجھا جاتا ہے یا بے وقُوف، چاہے اُس پر اِلزام لگایا جاتا ہے یا اُس کی تعریف کی جاتی ہے، چاہے اُس کی عزّت کی جاتی ہے یا بے عزّتی، وُہ اِن سب کی قطعاً پرواہ نہیں کرتا۔ وہ صِرف ایک بات کے لئے ہی جلتا رہتا ہے اَور وہ ایک بات خُدا کو خُوش کرنا اور اُس کے جلال کو ترقی دینا ہے۔ اگر وہ اِس آگ میں جلتے جلتے ختم ہو جائے تو وہ اِس کی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ محسُوس کرتا ہے گویا کہ وُہ ایک چراغ ہے جو جلنے کے لئے ہی وجُود میں آیا۔ اور اگر وہ جلتے ہوئے ختم ہو جاتا ہے تو سمجھتا ہے کہ اُس نے اُس کام کو پُورا کر دیا جس کے لئے خُدا نے اُسے مُقرر کیا تھا۔ ایسے شخص کو اپنے جوش کے اظہار کے لئے ہمیشہ مَوقع مِلتا ہے۔ اگر وہ منادی اور کام نہیں کر سکتا یا خُدا کے کام کے لئے پیسہ نہیں دے سکتا تو وہ آنسو بہائے گا، آہیں بھرے گا اور دُعا کرے گا۔ ہاں، اگر وہ معذُور ہے اور بیماری کے باعث بستر سے لگا ہُوا ہے تو وہ گناہ کے خِلاف متواتر شفاعت کرتا رہے گا۔ اگر وہ یشوؔع کی طرح لڑائی میں شریک نہیں تو جو کام مُوسیٰؔ، ہارُوؔن اور حُوؔر نے پہاڑ پر کیا (خروج ۱۷: ۹ - ۱۳) وہ کریگا۔ اگر وہ کسی وجہ سے خود کام نہیں کر سکتا تو وہ خُدا سے متواتر درخواست کرتا رہے گا جب تک کہ خُداوند اُس کام کو مکمّل کرنے کے لئے مدد نہ بھیجے۔

جب میں مذہب میں سرگرمی اور جوش کے متعلق کہتا ہوں تو اُس سے میرا یہی مطلب ہے۔"

ایمان

سچا شاگرد بننے کے لئے زندہ خدا پر بلا حیل و حجت پختہ ایمان رکھنا لازمی ہے۔ وہ جو خدا کے لئے کام کرے گا، ضروری ہے کہ وہ پہلے خود بلا شک و شبہ خدا پر ایمان رکھتا ہو۔" خدا کے تمام سورما کمزور انسان تھے۔ لیکن انہوں نے خدا کے لئے بڑے بڑے کام کئے کیونکہ انہوں نے خدا پر اعتماد کیا کہ وہ اُن کے ساتھ ہے" (ہڈسن ٹیلر)۔

حقیقی ایمان کی بنیاد ہمیشہ خدا کے کسی نہ کسی وعدے پر یا اُس کے کلام کے کسی حصے پر ہوتی ہے ۔ یہ بات نہایت اہم ہے۔ ایماندار پہلے خداوند کے کسی وعدے کے بارے میں سنتا یا پڑھتا ہے۔ پھر پاک رُوح اُس وعدے کا اطلاق اُس کے دِل اور ضمیر پر کرتا ہے۔ اُس وقت وہ جانتا ہے کہ خدا اُس سے براہِ راست ہمکلام ہوا ہے۔ تب وعدے دینے والے پر اعتماد کے باعث اُسے یقین ہو جاتا ہے کہ وعدہ پہلے ہی پورا ہو چکا ہے، اگرچہ انسانی نکتۂ نگاہ سے وہ ناممکنات میں سے ہوتا ہے۔

یا شاید وعدے کی بجائے وہ کوئی حکم ہے۔ ایمان کے نزدیک اِن میں کوئی فرق نہیں۔ اگر خدا حکم دیتا ہے تو وہ اُس پر عمل کرنے کے

قابل بھی بناتا ہے۔ اگر وہ پطرس کو پانی پر چلنے کو کہتا ہے تو پطرس یقین کر سکتا ہے کہ ضرورت کے مطابق اُسے قوت بھی دی جائے گی (متی ۱۴:۲۸)۔ اگر وہ ہمیں ہر فرد و بشر کے سامنے انجیل کی منادی کرنے کا حکم دیتا ہے (مرقس ۱۶:۱۵) تو وہ یقیناً ہمیں ضرورت کے مطابق فضل بھی دے گا۔

ایمان، ممکنات کی دُنیا میں کام نہیں کرتا۔ ایسے کام جنہیں انسان کر سکتا ہے اُنہیں کرنے میں خُدا کو جلال نہیں ملتا۔ ایمان وہاں سے شروع کرتا ہے جہاں سے انسانی قوت جواب دے جاتی ہے۔ "ایمان کا علاقہ وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں سے ممکنات کی حد ختم ہوتی ہے اور جہاں نظر اور عقل ناکام ہو جاتی ہے" (جارج مُلر)۔

ایمان کہتا ہے کہ "اگر اعتراض یہ ہے کہ یہ ناممکن ہے تو یہ اعتراض قابلِ قبول نہیں ہے"۔

"ایمان، خُدا کو منظر پر لے آتا ہے اِس لئے مُشکلات کچھ وقعت نہیں رکھتیں۔ ہاں، وہ ناممکنات پر ہنستا ہے۔ ایمان کی نگاہ میں خُدا ہر مُشکل کا جواب اور ہر مسئلے کا حل ہے۔ وہ ہر بات اُس کے سامنے رکھ دیتا ہے لہٰذا ایمان اِس بات کی پروا نہیں کرتا کہ ایک لاکھ روپے کا سوال ہے یا ایک کروڑ کا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ خُدا الکافی ہے۔ ایمان کی کمی کہتی ہے 'فلاں بات کیسے ہوگی'؟ اُس کی ہر بات میں "کیونکر" اور "کیسے" پایا جاتا ہے۔ لیکن ایمان کے پاس ایسے ہزاروں "کیونکر" اور "کیسے" کا ایک جواب ہے اور وہ ہے خُدا" (سی۔ ایچ۔ میکن ٹاش)۔

انسانی طور پر ابرہام اور سارہ کے ہاں بچّہ پیدا ہونا ناممکن تھا۔ لیکن خُدا نے وعدہ کیا تھا اِس لئے ابرہام کے پاس اِس کے ناممکن ہونے کی ایک

ہی وجہ ہوسکتی تھی اور وہ یہ کہ خُدا جھوٹ بول سکتا ہے۔

"وہ نااُمیدی کی حالت میں امید کے ساتھ ایمان لایا تاکہ اُس قول کے مُطابق کہ تیری نسل ایسی ہی ہوگی وہ بُہت سی قوموں کا باپ ہو۔ اور وہ جو نفرییاً سَو برس کا تھا باوجود اپنے مُردہ سے بدن اور سارہ کے رحم کی مُردگی پر لحاظ کرتے کے ایمان میں ضعیف نہ ہُوا۔ اور نہ بے ایمان ہوکر خُدا کے وعدہ میں شک کیا بلکہ ایمان میں مضبُوط ہوکر خُدا کی تمجید کی۔ اور اُس کو کامل اعتقاد ہُوا کہ جو کچھ اُس نے وعدہ کیا ہے وہ اُسے پُورا کرنے پر بھی قادر ہے" (رومیوں ۴: ۱۸-۲۱)۔

ہمارا خُدا ناممکنات کا خُدا ہے (لُوقا ۱: ۳۷)۔ اِس کے لئے کوئی بات مُشکل نہیں (پیدائش ۱۸: ۱۴)۔ "جو انسان سے نہیں ہوسکتا وہ خُدا سے ہوسکتا ہے" (لوقا ۱۸: ۲۷)۔

ایمان، خدا کے وعدوں پر اعتقاد کرنا ہے، "جو اعتقاد رکھتا ہے اُس کے لئے سب کچھ ہوسکتا ہے" (مرقس ۹: ۲۳)۔ پولُس رسول کہتا ہے "جو مجھے طاقت بخشتا ہے اُس میں مَیں سب کچھ کرسکتا ہوں" (فلپیوں ۴: ۱۳)۔

چونکہ ایمان کا تعلق فوق الفطرت باتوں بلکہ خُدا سے ہے اس لئے یہ ہمیشہ ہی معقول نظر نہیں آتا ۔ جب ابرہام اپنے مُلک اور رشتہ داروں میں سے نِکل آیا اور نہیں جانتا تھا کہ کہاں جائے، تو وہ اپنی عقل کو استعمال نہیں کر رہا تھا بلکہ محض خُدا کے حُکم کی پیروی کر رہا تھا (عبرانیوں ۱۱: ۸)۔ یشوعؔ کے لئے یریحو پر بغیر ہتھیاروں کے حملہ کرنا عقل کی بات نہیں تھی (یشوع ۶: ۱-۲۰)۔ دُنیا کے لوگ اُس کی کم عقلی پر ہنسیں گے لیکن وہ کامیاب ہُوا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ایمان نہایت معقول ہے۔ اِس سے زیادہ مناسب بات اور کیا ہوسکتی ہے کہ مخلوق اپنے خالق پر اعتماد کرے؟ کیا ایسی ہستی کا اعتبار کرنا دیوانگی ہے جو نہ تو جھوٹ بولتی، نہ ناکام رہتی اور نہ اُس سے کبھی کوئی غلطی ہوسکتی ہے؟ اِنسان کے لئے خُدا پر اعتماد کرنا نہایت معقول اور عقلمندی کی بات ہے۔ یہ تاریکی میں ٹٹولنا نہیں ہے۔ ایمان سب سے یقینی شہادت کا مطالبہ کرتا ہے اور وہ اُسے خُدا کے کبھی فیل نہ ہونے والے کلام میں مِلتی ہے۔ کبھی کِسی نے خُدا پر بے فائدہ اعتماد نہیں کیا اور نہ کبھی کرے گا ہی۔ خُداوند پر ایمان رکھنے میں کسی قِسم کا بھی خطرہ نہیں۔

ایمان حقیقی طور پر خُدا کو جلال دیتا ہے۔ وہ اُسے جو مکمّل طور پر قابلِ اعتماد ہے اُس کا صحیح مقام دیتا ہے۔ اِس کے برعکس، بے ایمانی خُدا کی بے عزّتی کرتی ہے۔ وہ اُس پر دروغ گوئی کا الزام لگاتی ہے (یوحنّا ۵ : ۱۰)۔ وُہ اسرائیل کے قدّوس کو محدُود کرتی ہے (زبُور ۷۸ : ۴۱)۔

اِیمان، انسان کو بھی اُس کا صحیح مقام دیتا ہے، کیونکہ ایک ایمان لانے والا اپنے آپ کو پست کرتا اور خاک و راکھ میں اپنے خُداوند کو سجدہ کرتا ہے۔

اِیمان، آنکھوں دیکھے کی ضِدّ ہے۔ پولُس رسُول ہمیں یاد دِلاتا ہے: "ہم ایمان پر چلتے ہیں نہ کہ آنکھوں دیکھے پر" (۲۔ کرنتھیوں ۵ : ۷)۔ "آنکھوں دیکھے پر چلنے" کا مطلب ہے ظاہری امداد، مُستقبل کے لئے روپیہ پیسہ جمع کرنا اور مستقبل کے اندیکھے خطرات سے بچنے کے لئے انسانی حفاظتی اقدامات وغیرہ۔ ایمان پر چلنا اِس کی قطعی ضِدّ ہے۔ یہ لمحہ بہ لمحہ صِرف خُدا پر بھروسہ رکھنا ہے۔ یہ خُداوند پر ہر وقت اعتماد کرتے رہنا ہے۔ نفس، اندیکھے خُدا پر مکمّل طور پر انحصار کرنے سے بھاگتا ہے۔ وہ اِمکانی نقصانات کے خلاف بند باندھنے کی

کوشش کرتا ہے۔ اگر اُسے یہ علم نہیں کہ کہاں جانا ہے تو اُس کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں۔ لیکن ایمان، خدا کی تابع فرمانی میں آگے قدم بڑھاتا ہے اور حالات سے بے فکر، تمام ضروریات کی بہم رسانی کے لئے خداوند پر انحصار کرتا ہے۔

اگر کوئی شاگرد ایمان پر چلنا چاہتا ہے تو اُسے یقین رکھنا چاہئے کہ جلد ہی اُس کے ایمان کی آزمائش ہوگی۔ جلد یا بدیر اُس کے انسانی ذرائع ختم ہو جائیں گے۔ اُس وقت تہی دستی کی حالت میں اُس پر اپنے بھائیوں سے مدد کی درخواست کرنے کی آزمائش آسکتی ہے۔ لیکن اگر وہ حقیقتاً خداوند پر بھروسہ رکھتا ہے تو وہ صرف خدا کے ہاتھوں کی طرف دیکھے گا۔

"اپنی ضروریات کو بالواسطہ یا بلا واسطہ انسان پر ظاہر کرنا، ایمان کی زندگی سے رُوگردانی اور خدا کی بے عزّتی کرنا ہے۔ درحقیقت یہ خدا سے غداری ہے۔ یہ گویا یہ کہنا ہے کہ خدا نے مجھ سے بے وفائی کی ہے اور اب ضروری ہے کہ میں مدد کے لئے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھوں۔ یہ بہتے چشمے کو ترک کر کے سُوکھی ندی کی طرف مُڑنا ہے۔ یہ مخلوق کو اپنی رُوح اور خدا کے درمیان رکھنا ہے، اور یُوں میں اپنی رُوح کو بے بہا برکات سے اور خدا کو اُس کے جائز جلال سے محرُوم رکھتا ہُوں" (سی۔ ایچ میکن ٹاش)۔

شاگردوں کا عام رویّہ یہ ہے کہ وہ اپنے ایمان میں ترقی کے خواہشمند رہتے ہیں (لوقا ۱۷: ۵)۔ وہ نجات کے لئے پہلے ہی خداوند مسیح پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اب اپنی زندگیوں کو جو اُنہوں نے خداوند کے کنٹرول میں دے رکھی ہیں وُسعت دینا چاہتے ہیں۔ جب وہ بیماری، آزمائشوں، حادثات اور غموں سے دوچار ہوتے ہیں تو وہ خدا کو اور بھی زیادہ قریب اور نئے طریقے

سے جاننے لگتے ہیں اور اُن کا ایمان مضبوط ہوتا ہے ۔ وہ اِس وعدے کو درست ثابت کرتے ہیں کہ "آؤ ہم دریافت کریں اور خُداوند کے عرفان میں ترقی کریں" (ہوسیع ۶:۳) ۔ جتنا زیادہ اُنہیں خُدا کی وفاداری کا علم ہوتا جاتا ہے اُتنا ہی زیادہ وہ بڑی چیزوں کے لئے اُس پر بھروسہ کرنے کے خواہشمند ہوتے ہیں۔

چونکہ ایمان سُننے سے پیدا ہوتا ہے اور سُننا خُدا کے کلام سے، اِس لئے شاگرد کی یہ خواہش ہونی چاہئے کہ وہ کلام سے سیر ہوتا رہے یعنی وہ دِن و رات اُسے پڑھا کرے، ازبر کرے اور اُس پر سوچ و بچار کرتا رہے ۔ کلامِ پاک اُس کا نقشہ، قطب نُما، راہنما، تسلّی، چراغ اور راہ کی روشنی ہے ۔

ایمان کی زندگی میں ترقی کی ہمیشہ گنجائش رہتی ہے ۔ جب ہم جو کچھ ایمان کے ذریعہ حاصل ہُوا اُس کے متعلق پڑھتے ہیں تو محسوس کرتے ہیں کہ ہم چھوٹے بچوں کی مانند ہیں جو بے حد وسیع سمندر کے کنارے کھیل رہے ہیں ۔ ایمان کی مہمّات کا ذکر عبرانیوں باب ۱۱ میں ملتا ہے ۔ آیات ۳۴ - ۴۰ میں وہ چڑھتے ہُوئے سُورج کی مانند ہیں ۔

" اَب اَور کیا کہوں ؟ اِتنی فُرصت کہاں کہ جدعوؔن اور برؔق اور سمسوؔن اور اِفتاؔہ اور داؔؤد اور سموئیلؔ اور اَور نبیوں کا احوال بیان کروں ؟ اُنہوں نے ایمان ہی کے سبب سے سلطنتوں کو مغلوب کیا ۔ راستبازی کے کام کئے ۔ وعدہ کی ہُوئی چیزوں کو حاصل کیا ۔ شیروں کے مُنہ بند کئے ۔ آگ کی تیزی کو بُجھایا ۔ تلوار کی دھار سے بچ نکلے ۔ کمزوری میں زور آور ہُوئے ۔ لڑائی میں بہادر بنے ۔ غیروں کی فوجوں کو بھگا دیا ۔ عورتوں نے اپنے مُردوں کو پھر زندہ پایا ۔ بعض مار کھاتے کھاتے مر گئے مگر رہائی منظور نہ کی تاکہ اُن کو بہتر

قیامت نصیب ہو۔ بعض ٹھٹھوں میں اُڑائے جانے اور کوڑے کھانے بلکہ زنجیروں میں باندھے جانے اور قید میں پڑنے سے آزمائے گئے۔ سنگسار کئے گئے۔ آرے سے چیرے گئے۔ آزمائش میں پڑے۔ تلوار سے مارے گئے۔ بھیڑوں اور بکریوں کی کھال اوڑھے ہوئے محتاجی میں، مصیبت میں۔ بدسلوکی کی حالت میں مارے مارے پھرے۔ دُنیا اُن کے لائق نہ تھی۔ وہ جنگلوں اور پہاڑوں اور غاروں اور زمین کے گڑھوں میں آوارہ پھرا کئے۔ اور اگرچہ اُن سب کے حق میں ایمان کے سبب سے اچھی گواہی دی گئی تو بھی اُنہیں وعدہ کی ہوئی چیز نہ ملی۔ اِس لئے کہ خُدا نے پیش بینی کر کے ہمارے لئے کوئی بہتر چیز تجویز کی تھی تاکہ وہ ہمارے بغیر کامل نہ کئے جائیں"۔

آخری بات۔ ہم نے پہلے بیان کیا کہ ایک شاگرد کو جو ایمان پر چلتا ہے دُنیا کے لوگ اور بعض مسیحی بھی خواب دیکھنے والا اور دیوانہ کہیں گے لیکن یاد رکھیئے کہ "جو ایمان ایک شخص کو خُدا کے ساتھ چلنے کے قابل بناتا ہے وہ اُسے لوگوں کے خیالات کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ لگانے کے قابل بھی بناتا ہے" (سی۔ ایچ۔ مبکن۔ ٹاش)۔

دُعا

دُعا کے موضوع پر جو کتب تحریر ہوئیں، اُن میں سے سب سے زیادہ مکمل اور جامع بائبل مُقدّس ہے۔ اِن کتب کو پڑھنے سے یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ کچھ ایسی گہرائیاں ہیں جن میں اب تک نہیں اُترا گیا اور کچھ ایسی بلندیاں ہیں جن تک ابھی نہیں پہنچا گیا۔ کتاب ہٰذا میں ہم دُوسرے لوگوں کی کاوش کو بہتر بنانے کی اُمید نہیں کر سکتے۔ اِس میں ہم نے دُعا کے اہم اصولوں کو مختصراً بیان کیا ہے، خاص طور پر اُن کو جن کا تعلق مسیحی شاگردی کے موضوع سے ہے۔

۱۔ بہترین دُعا وہ ہے جو باطنی تقاضا کے باعث کی جاتی ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ یہ سچ ہے۔ جب ہماری زندگی بے حرکت اور مُطمئن ہوتی ہے تو لازماً ہماری دُعا روکھی پھیکی اور مجہول ہو گی۔ لیکن جب ہم کسی خطرے، بحران، خطرناک بیماری یا سخت رنج والم میں مُبتلا ہوتے ہیں تب ہماری دُعائیں پُرسوز، پُرجوش اور جاندار ہوتی ہیں۔ کسی کا قول ہے: "آسمان تک پہنچنے والے تیر کے لئے لازم ہے کہ وہ پوری طرح جُھکی ہوئی کمان سے نکلے"۔ اچھی دُعائیں فوری ضرورت کے احساس، بے بسی اور اپنی ضرورت کے شعور سے جنم لیتی ہیں۔

بدقسمتی سے ہم اپنی زندگیوں کو آرام دہ اور مُطمئن بنانے کی سعی میں مصروف رہتے ہیں۔ ہم دُنیاوی کاروباری طریقوں سے آئندہ کی کسی امکانی ضرورت

کے لئے کافی دولت جمع کر لیتے ہیں۔ اِنسانی چالاکی کے ذریعہ ہم اُس درجہ تک پہنچ جاتے ہیں جہاں ہمارے پاس روپے پیسے کی فراوانی اور سامان کی بہتات ہوتی ہے اور ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تب ہم حیران ہوتے ہیں کہ ہماری دعائیہ زندگی کیوں بے جان اور خالی ہے اور کیوں آسمان سے آگ نازل نہیں ہوتی! اگر ہم آنکھوں دیکھے کی بجائے ایمان پر چلیں تو پھر ہی ہماری دُعائیہ زندگی میں انقلاب آئے گا۔

۲۔ کامیاب دُعا کی ایک شرط یہ ہے کہ ہم خُدا کے پاس "سچے دل" سے آئیں (عبرانیوں ۱۰: ۲۲)۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ریاکاری سے نہیں بلکہ پُوری سنجیدگی اور خُلوص سے خُداوند کے پاس آئیں۔ اگر ہم اِس شرط پر پُورا اُترتے ہیں، تب ہم خُدا سے اُن باتوں کی درخواست نہیں کریں گے جن کو پُورا کرنے کی ہم قدرت رکھتے ہیں۔ مثلاً ہم کسی مسیحی پراجیکٹ کے لئے پیسہ مہیا کرنے کے لئے نہیں کہیں گے جبکہ ہمارے پاس کچھ روپیہ موجود ہے جسے ہم اِس مد میں خرچ کر سکتے ہیں۔ خُدا ٹھٹھوں میں نہیں اُڑایا جاتا۔ اگرچہ خُدا نے پہلے ہی جواب دے دیا ہے لیکن ہم اُسے اِستعمال نہیں کرنا چاہتے تو خُدا اس قِسم کی دُعاؤں کا جواب نہیں دیتا۔

بعینہٖ اگر ہم خود جانے کے لئے تیار نہیں تو ہمیں خُدا سے یہ دُعا نہیں کرنی چاہیئے کہ وہ فصل کاٹنے کے لئے مزدور بھیجے۔ غیر مسیحیوں کی تبدیلی کے لئے ہزاروں دعائیں مانگی جا چکی ہیں۔ لیکن اگر دُعائیں مانگنے والے اِن لوگوں تک پہنچنے کے لئے خود بھی تیار ہوتے تو شاید مسیحیوں کی بشارتی تاریخ زیادہ حوصلہ افزا ہوتی۔

۳۔ دُعا، سادہ، پُر ایمان اور ابہام سے پاک ہونی چاہیئے۔ دُعا کے

بارے میں علم الٰہی کے مسائل میں اُلجھ جانا بڑا آسان ہے۔ اس سے صرف رُوحانی حواس ہی کُند ہوتے ہیں۔ دُعا کے بھیدوں کو حل کرنے کی نسبت دُعا مانگنا زیادہ بہتر ہے۔ دُعا کے متعلق نظریات قائم کرنے کا کام ماہرین علم الٰہیات پر چھوڑ دیں۔ ایمانداروں کے لئے بہتر ہوگا کہ وہ بچّے کے سے سادہ ایمان کے ساتھ آسمان کا دروازہ کھٹکھٹائیں۔ مُقدّس اوگسٹین فرماتے ہیں: "بےعلم یعنی سادہ ایماندار آسمان کو فتح کرتے ہیں جبکہ ہم عالم لوگ خون اور گوشت سے آگے نہیں بڑھتے۔"

۴۔ چونکہ دُعا میں حقیقی قوّت ہے اس لئے ہمیں اپنا سب کچھ مسیح کے سپُرد کر دینا چاہیئے۔ مسیح کی پیروی کرنے کے لئے ہم سب کچھ چھوڑ دیں۔ وہ پرستشؔ جسے خُداوند سب سے زیادہ توقیر کی نظر سے دیکھتا ہے وہ ہے جس میں ہم مسیح کو اپنا مالک و خُداوند ہونے کا حق دیتے ہیں۔

۵۔ جب ہمیں دُعا کی خاطر کچھ قربان کرنا پڑتا ہے تو خُدا اُس دُعا کو بہت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ وہ لوگ جو صبح سویرے اُٹھ کے دُعا کرتے ہیں، اُس کے ساتھ رفاقت رکھتے ہیں جو اُن کی طرح الصّباح بیدار ہُوا کرتا تھا تاکہ اپنے باپ سے سارے دِن کے لئے ہدایات حاصل کرے۔ بعینہٖ وہ لوگ جو بڑی سنجیدگی سے رات کو دُعا کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں خدا انہیں ایسی قوت عطا کرتا ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ وہ دُعا جس کی ہمیں کوئی قیمت ادا نہیں کرنی پڑتی بے قدر ہے۔ وہ صرف سستی مسیحیت کی پیداوار ہے۔

نئے عہدنامہ میں دُعا کو اکثر روزے کے ساتھ ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ رُوحانی مشق میں کھانے سے پرہیز مدد کا باعث بن سکتا ہے۔ انسانی نکتۂ نگاہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خُداوند اُس دُعا کا جواب خاص طور پر دینے

کے لئے تیار رہتا ہے جیسے ہم اپنے کھانے پینے پر اولیّت دیتے ہیں۔

۶۔ خود غرضی کی دعا نہ مانگیں۔ "تم مانگتے ہو اور پاتے نہیں اِسلئے کہ بُری نیّت سے مانگتے ہو تاکہ اپنی عیش و عشرت میں خرچ کرو" (یعقوب ۴:۳) ۔ ہماری دعاؤں کے اصل بوجھ کا تعلق خداوند کے کام سے ہونا چاہئے۔ ہمیں پہلے یہ دُعا مانگنی چاہئے: "تیری بادشاہی آئے جیسے تیری مرضی آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو"۔ اِس کے بعد ہم یہ اضافہ کہہ سکتے ہیں "آج کی روٹی ہمیں آج دے"۔

۷۔ ہمیں خدا کے سامنے بڑی بڑی درخواستیں پیش کرنی چاہئیں کیونکہ وہ عظیم خدا ہے۔ آئیے ہم خدا سے بڑی بڑی باتوں کی اُمید رکھیں۔

ہم اکثر چھوٹی چھوٹی درخواستیں پیش کر کے خداوند کو رنجیدہ کرتے ہیں۔ ہم چھوٹی چھوٹی فتوحات، معمولی چیزیں اور چھوٹے چھوٹے مقاصد حاصل کرنے پر مطمئن ہو جاتے ہیں جن سے ہمارے اِرد گرد رہنے والوں کو یہ تاثر نہیں ملتا کہ ہمارا خدا ایک عظیم خدا ہے۔ ہم نے ایسے لوگوں کی نظروں میں جو خدا کو نہیں جانتے، ایسی زندگی بسر کرنے کے وسیلہ سے جیسے دیکھ کر وہ یہ پوچھنے پر مجبور ہو جائیں کہ آپ کو یہ قدرت کہاں سے ملی، خداوند کو جلال نہیں دیا۔ ہمارے بارے میں یہ نہیں کہا جاتا جیسے رسول کے متعلق کہا گیا: "وہ میرے باعث خدا کی تمجید کرتی تھیں"۔

۸۔ دعا کرتے وقت ہمیں پہلے اِس بات کی تسلّی کر لینی چاہئے کہ ہم خدا کی مرضی کے موافق دعا کر رہے ہیں۔ پھر ہمیں یہ ایمان رکھتے ہوئے کہ وہ سُنے گا اور جواب دے گا، دعا مانگنی چاہئے۔ "ہمیں جو اُس کے سامنے دلیری ہے اُس کا سبب یہ ہے کہ اگر اُس کی مرضی کے موافق کچھ مانگتے ہیں تو وہ ہماری سُنتا ہے۔ اور جب ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ ہم مانگتے ہیں وہ ہماری سُنتا ہے تو یہ بھی

جانتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے اُس سے مانگا ہے وہ پایا ہے"
(۱۔یوحنّا ۵: ۱۴۔ ۱۵)۔

خُداوند یسوع مسیح کے نام میں دُعا کرنے کا مطلب اُس کی مرضی کے موافق دُعا کرنا ہے ۔ جب ہم حقیقتاً اُس کے نام میں دُعا کرتے ہیں تو یہ ایسے ہی ہے گویا کہ مسیح خُود اپنے باپ سے دُعا کر رہا ہے۔

"جو کچھ تم میرے نام سے چاہو گے مَیں وُہی کرُوں گا تاکہ باپ بیٹے میں جلال پائے۔ اگر میرے نام سے مجھ سے کچھ چاہو گے تو مَیں وُہی کرُونگا" (یوحنّا ۱۴: ۱۳-۱۴)۔

"اُس دن تم مجھ سے کچھ نہ پُوچھو گے ۔مَیں تم سے سچ سچ کہتا ہُوں کہ اگر باپ سے کچھ مانگو گے تو وہ میرے نام سے تم کو دے گا"
(یوحنّا ۱۶: ۲۳)۔

"پھر مَیں تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم میں سے دو شخص زمین پر کسی بات کے لئے جسے وُہ چاہتے ہوں اتفاق کریں تو وہ میرے باپ کی طرف سے جو آسمان پر ہے اُن کے لئے ہو جائے گی ۔کیونکہ جہاں دو یا تین میرے نام پر اکٹھے ہوں وہاں میں اُن کے بیچ میں ہُوں"
(متّی ۱۸: ۱۹، ۲۰)۔

"اُس کے نام میں مانگنے" کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمارا ہاتھ پکڑے ہماری دُعا میں راہنمائی کر رہا ہے ۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمارے ساتھ گھٹنے ٹیکے ہُوئے ہے اور اُس کی خواہشات ہمارے دِل سے نکل رہی ہیں ۔ یہی اُس کے نام میں مانگنے کا مطلب ہے ۔ اُس کا نام وُہی کچھ ہے جو وُہ خُود ہے ۔پس اُس کے نام میں دُعا مانگنے کا مطلب اُس کی مُبارک مرضی کے

موافق دُعا کرنا ہے ۔ کیا مَیں خُدا کے بیٹے کے نام میں بدی طلب کر سکتا ہُوں ؟ جو کچھ میں دُعا میں مانگتا ہوں وہ درحقیقت اُس کی فطرت کا اظہار ہونا چاہیئے ۔ کیا مَیں یہ دُعا کر سکتا ہُوں ؟ دُعا میں پاک رُوح کی قدرت ، مسیح کا مزاج اَور ہم میں اور ہمارے لئے مسیح کی خواہشات کا سانس ہونا چاہیئے ۔ اے خُداوند ، ہمیں اور بھی زیادہ اپنے نام میں دُعا مانگنا سکھا ۔ ہمیں ہمیشہ اپنی دُعا کو "مسیح کے نام میں" ختم کرنا چاہیئے ۔ پس ہماری تمام مناجات میں مسیح کا نام رچا بسا ہونا چاہیئے ۔

۹ ۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری دُعا پیش رفت مؤثر ہو تو لازم ہے کہ خُدا کے ساتھ ہمارا حساب صاف ہو ۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ جونہی ہمیں اپنی زندگی میں گناہ کا احساس ہو ہم اُس کا اِقرار کریں اور اُسے ترک کریں ۔ "اگر مَیں بدی کو اپنے دل میں رکھتا تو خُداوند میری نہ سُنتا" (زبُور ۶۶ : ۱۸) ۔ ضرُور ہے کہ ہم مسیح میں قائم رہیں ۔ "اگر تُم مُجھ میں قائم رہو اور میری باتیں تُم میں قائم رہیں تو جو چاہو مانگو وہ تمہارے لئے ہو جائے گا" (یُوحنّا ۱۵ : ۷) ۔ جب کوئی شخص مسیح میں قائم رہتا ہے تو وہ اُس کے اِس قدر نزدیک رہتا ہے کہ وہ خُداوند کی مرضی کو اچھی طرح جانتا ہے ۔ لہٰذا وہ فہم و فراست سے دُعا مانگتا ہے اور اُسے جواب ملتا ہے ۔ پھر "قائم" رہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اُس کے احکام کی پیروی کریں ۔ "جو کچھ ہم مانگتے ہیں وہ ہمیں اُس کی طرف سے ملتا ہے کیونکہ ہم اُس کے حکموں پر عمل کرتے ہیں اور جو کچھ وہ پسند کرتا ہے اُسے بجا لاتے ہیں" (۱ ۔ یوحنّا ۳ : ۲۲) ۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی دُعا سُنی جائے اور جواب ملے تو دِل کی دُرست حالت ضرُوری ہے (۱ ۔ یوحنّا ۳ : ۲۰) ۔

۱۰ ۔ ہم دِن میں نہ صرف اپنے مُقرر کردہ اوقات میں ہی دُعا کریں بلکہ

ہم ہر وقت دُعائیہ حالت میں رہیں تاکہ ہم اِدھر اُدھر آتے جاتے، کار چلاتے، دفتر یا فیکٹری وغیرہ میں یا گھر میں کام کرتے ہوئے خُداوند کی طرف دیکھتے رہیں۔ اِس قسم کی فوری دُعا کی نحمیاہ بڑی اعلیٰ مثال ہے (نحمیاہ ۲: ۴)۔ خُدا کے پاس کبھی کبھار جانے کی نسبت "قادرِ مُطلق" کے سایہ میں سکونت کرنا بہتر ہے۔

۱۱۔ آخری بات۔ ہماری دُعا کسی خاص بات کے لئے ہو۔ جب ہم کسی خاص بات کے لئے دُعا کرتے ہیں تو پھر ہی ہمیں صاف جواب مِل سکتا ہے۔

دُعا ایک شاندار استحقاق ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے جیسا کہ ہڈسن ٹیلر نے فرمایا کہ "ہم خُدا کے ذریعہ آدمیوں کو تحریک دینا سیکھ سکتے ہیں"۔ "دُعا کے جیرت انگیز عالم میں معجزات کرنے کے لئے ہمارے پاس کیسی کیسی خدمتیں ہیں! ہم تاریک جگہوں میں روشنی لے جا سکتے ہیں۔ ہم مایوسی کے قید خانوں میں اُمید کا چراغ جلا سکتے ہیں۔ ہم قیدیوں کو زنجیروں سے رہائی دِلا سکتے ہیں۔ ہم گھر کی جگمگاہٹوں اور خیالوں کو دُور دراز کے مُلک میں پہنچا سکتے ہیں۔ ہم آسمانی قوّت کو رُوحانی طور پر بے حس لوگوں تک لے جا سکتے ہیں خواہ وہ سمندر پار محنت مُشقّت کیوں نہ کرتے ہوں" (دُعا کے جواب میں معجزات ہے۔ ازیچ جووِٹ)۔

اِس پر ہم یہ اضافہ کرتے ہیں: "منادی ایک عجیب اور غیر معمولی نعمت ہے اور دُعا عجیب ترین نعمت۔ منادی تلوار کی طرح ایک ہتھیار ہے جسے نزدیک کے لوگوں پر استعمال کیا جاتا ہے۔ جو دُور ہیں وہ اُن تک نہیں پہنچتی۔ لیکن دُعا کی ساحلی توپ کی طرح لمبی مار ہے اور بعض اوقات وہ تلوار کی کاٹ سے کہیں زیادہ مؤثر ہوتی ہے"۔

رُوحانی جنگ

نئے عہدنامہ کا مطالعہ کرتے وقت، خواہ آپ کبھی کبھار ہی کیوں نہ پڑھتے ہوں، آپ یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ زمین پر مسیح خداوند کے پروگرام کو "جنگ" سے تشبیہ دی گئی ہے۔ حقیقی مسیحیت کا، موجودہ زمانہ کی مسیحی دنیا کی چمک دمک سے کوئی تعلق نہیں۔ اِسے عیش وعشرت کی زندگی سے جس کی فی زمانہ بھرمار ہے خلط ملط نہیں کرنا چاہئے۔ اِس کے برعکس یہ موت تک ایک کشمکش اور دوزخ کی فوجوں کے خلاف مسلسل جنگ ہے۔ کوئی شاگرد بھی اُس وقت تک شاگرد بننے کے قابل نہیں جب تک وہ یہ محسوس نہ کرے کہ جنگ جاری ہے اور پیچھے ہٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جنگ میں اِتحاد بڑا ضروری ہے۔ یہاں چھوٹے چھوٹے جھگڑوں، اپنے ساتھیوں سے حسد اور نیم وفاداری کی گنجائش نہیں۔ جس گھر میں تفرقہ ہو وہ قائم نہیں رہ سکتا۔ پس ضرور ہے کہ مسیح کے سپاہی متحد ہوں۔ اِتحاد، حلیمی اور فروتنی سے پیدا ہوتا ہے۔ فلپیوں باب ۲ میں یہ صفائی سے بیان کیا گیا ہے۔ حقیقی طور پر فروتن انسان سے جھگڑا ناممکن ہے۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ "تکبّر سے صرف جھگڑا پیدا ہوتا ہے"۔ جہاں تکبّر نہیں وہاں جھگڑا بھی نہیں۔

جنگ، سختی اور قربانی کی زندگی کا تقاضا کرتی ہے۔ جنگ کا نتیجہ خواہ

کچھ ہی ہو، راشننگ کا طریقہ ضرور شروع کر دیا جاتا ہے۔ وقت بڑا نازک ہے اور مسیحیوں کو محسوس کرنا چاہیئے کہ وہ جنگ میں شریک ہیں۔ اِس لئے اپنے اخراجات ممکن حد تک کم کریں تاکہ زیادہ سے زیادہ اِس جنگ میں لگا سکیں۔

اکثر لوگ اِس مسئلہ کو اُس نظر سے نہیں دیکھتے جیسے کہ ایک نوجوان شاگرد مسٹر الف نے دیکھا۔ ۱۹۶۰ء میں وہ امریکہ میں ایک مسیحی سکول کی ایک نئی جماعت کا صدر تھا۔ اُس کے دورِ صدارت میں تجویز کیا گیا کہ کلاس فنڈز سے معمول کے مطابق کلاس پارٹیاں، سکول بلیزر اور کلاس کے لئے تحفے کا اہتمام کیا جائے۔ اِس قسم کے خرچ کو منظور کرنے کی بجائے جس سے براہِ راست مسیحیت کی اشاعت میں مدد نہیں ملتی، اُس نے صدارت سے اِستعفیٰ دے دیا۔ جس دن اُس کے مستعفی ہونے کا اعلان کیا گیا اُس دِن کلاس میں حسب ذیل خط تقسیم کیا گیا:

"عزیز ہم جماعتو!

جس دِن سے کلاس پارٹیوں، سکول بلیزر اور کلاس کے لئے تحفے کی تجویز، مشیرانِ جماعت کے سامنے پیش کی گئی ہے مَیں کلاس کے صدر کی حیثیت سے اِن باتوں کے متعلق مسیحی روّیہ کے بارے میں سوچتا رہا ہوں۔

میرا خیال ہے کہ اگر ہم خود کو، اپنے پیسے کو اور وقت کو پورے طور پر مسیح اور دوسروں کے لئے وقف کر دیں تو ہمیں زیادہ خوشی حاصل ہو گی اور اِس طرح ہم مسیح کے اِن الفاظ کی حقیقت کو کہ "جو کوئی میری خاطر اپنی جان کھوتا ہے اُسے بچائے گا" کو بھی جان جائیں گے۔

مسیحیوں کے لئے اِن باتوں پر اپنا وقت اور پیسہ خرچ کرنا جن سے

گنہگاروں تک مسیح کی گواہی نہیں پہنچتی، اِن حقائق سے مطابقت نہیں رکھتا کہ ہر روز ساٹھ ہزار آدمی فاقہ کشی سے مر جاتے ہیں اور تقریباً آدھی دُنیا نے ابھی تک اِنسان کی "واحد اُمید" کے متعلق نہیں سُنا۔

اپنا پیسہ اور وقت اپنی خوشی پر خرچ اور اپنے آپ کو اپنے ہم خیالوں کے ساتھ خوش گپیوں میں محدود کرنے کی بجائے اگر ہم اِن کو دُنیا کی ساٹھ فیصد آبادی کے سامنے جس نے نجات دہندہ کے متعلق ابھی تک نہیں سُنا، انجیل کو پیش کرنے میں مدد دینے میں استعمال کریں تو ہم خُدا کو کتنا زیادہ جلال دے سکتے ہیں!

چونکہ مَیں خاص ضروریات اور موقعوں سے آگاہ ہوں جہاں پَیسوں کے اِستعمال سے خداوند مسیح کو جلال دیا جا سکتا ہے اور اپنے مُلک میں اور باہر کے ممالک میں لوگوں کی مدد کی جا سکتی ہے، اِس لئے مَیں پَیسے کو اپنے پر خرچ کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اگر مَیں ضرورت مندوں میں سے ہوتا جیسا کہ مَیں جانتا ہوں بہت سے ضرورت مند ہیں تو مَیں یقیناً یہ چاہتا کہ جو لوگ مدد کرنے کے قابل ہیں وُہ مجھے خوشخبری سُناتے اور میری مادی ضروریات پُوری کرنے کے وسیلہ سے میری مدد کریں۔ "پس جو کُچھ تُم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں وُہی تُم بھی اُن کے ساتھ کرو"۔

"جس کسی کے پاس دُنیا کا مال ہو اور وہ اپنے بھائی کو مُحتاج دیکھ کر رحم کرنے میں دریغ کرے تو اُس میں خُدا کی محبّت کیونکر قائم رہ سکتی ہے؟"

پس مَیں بڑی محبّت میں دُعا کرتا ہُوں کہ آپ مسیح خداوند کو اپنا سب کُچھ دیتے ہُوئے (۲-کرنتھیوں ۸: ۹) دیکھ سکیں۔ مَیں ۱۹۶۳ء کی کلاس کی صدارت سے مُستعفی ہوتا ہُوں"۔

جنگ، دُکھ سہنے کا تقاضا کرتی ہے۔ اگر لوگ اپنے مُلک کے لئے جان دینے کو تیار رہتے ہیں تو مسیحیوں کو مسیح اور انجیل کی خاطر جان دینے کے لئے کتنا زیادہ تیار کیوں نہیں رہنا چاہیئے! ایسا ایمان جس کی کوئی قیمت ادا کرنے کو تیار نہیں صحیح معنوں میں ایمان ہی نہیں۔ اگر خُداوند یسوعؑ ہمارے لئے کچھ قدر و قیمت رکھتا ہے تو پھر اُس کی خدمت میں نہ تو ہمارے ذاتی تحفظّا اور نہ مصائب سے بچنے کی خواہش کو سدِ راہ بننا چاہیئے۔

جب پولس رسُول کے مخالفین اُس کی رسالت پر اعتراض کرتے تھے تو نہ تو اُس نے اپنے اُونچے خاندان، نہ تعلیم اور نہ دُنیاوی کامیابیوں کا حوالہ دیا بلکہ اُس نے جو دُکھ مسیح کی خاطر اُٹھائے اُن کا حوالہ دیا۔ "کیا وُہی مسیح کے خادم ہیں؟ (میرا یہ کہنا دیوانگی ہے) مَیں زیادہ تر ہُوں محنتوں میں زیادہ، قید میں زیادہ، کوڑے کھانے میں حد سے زیادہ۔ بارہا موت کے خطرے میں رہا ہُوں۔ مَیں نے یہودیوں سے پانچ بار ایک کم چالیس چالیس کوڑے کھائے۔ تین بار بینت لگے۔ ایک بار سنگسار کیا گیا۔ تین مرتبہ جہاز ٹوٹنے کی بلا میں پڑا۔ ایک رات دن سمندر میں کاٹا۔ مَیں بارہا سفر میں۔ دریاؤں کے خطروں میں۔ ڈاکوؤں کے خطروں میں۔ اپنی قوم سے خطروں میں۔ شہر کے خطروں میں۔ بیابان کے خطروں میں۔ سمندر کے خطروں میں۔ جھوٹے بھائیوں کے خطروں میں۔ محنت اور مُشقت میں۔ بارہا بیداری کی حالت میں، بھوک اور پیاس کی مُصیبت میں۔ بارہا فاقہ کشی میں سردی اور ننگے پن کی حالت میں رہا ہُوں۔ اور باتوں کے علاوہ جن کا میں ذکر نہیں کرتا سب کلیسیاؤں کی فکر مجھے ہر روز آ دباتی ہے"

(۲۔کرنتھیوں ۱۱: ۲۳-۲۸)۔

پولس، اپنے رُوحانی فرزند تیمتھیس کے سامنے اچھا چیلنج پیش کرتے ہُوئے زور دے کر کہتا ہے: "مسیح یسوع کے اچھے سپاہی کی طرح میرے ساتھ دُکھ اُٹھا" (۲-تیمتھیس ۲: ۳)۔

جنگ، بے چُون وچرا تابعداری کا تقاضا کرتی ہے۔ ایک اچھا سپاہی اپنے افسر کا حکم بلا حیل وحجت مانے گا اور اُس پر فوراً عمل کرے گا۔ اور یہ سوچنا ہی حماقت ہے کہ مسیح اِس سے کم قبول کرے گا۔ وہ یہ اُمید رکھنے میں قطعی حق بجانب ہے کہ جنگ میں شریک اُس کے پیروکار اُس کا حکم مکمل طور پر اور فوراً مانیں گے۔

جنگ، ہتھیاروں کو استعمال کرنے کی قابلیت کا تقاضا کرتی ہے۔ ایک مسیحی کے ہتھیار دُعا اور خُدا کا کلام ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ وہ ایمان کے ساتھ جانفشانی سے دُعا کرے۔ صرف یہی ایک طریقہ ہے جس سے دُشمن کے قلعوں کو ڈھایا جا سکتا ہے۔ پھر اُسے رُوح کی تلوار جو خُدا کا کلام ہے چلانے میں بھی ماہر ہونا چاہئے۔ دُشمن پُوری کوشش کرے گا کہ مسیحی تلوار پھینک دے۔ وہ کلام کے الہام میں شک پیدا کرے گا۔ وہ بظاہر تضادات پر اُنگلی رکھے گا۔ وُہ سائنس، فلسفہ اور انسانی روایات کی مدد سے مخالفانہ بحث پیدا کرے گا۔ لیکن ضرور ہے کہ مسیح کا سپاہی اپنی جگہ قائم رہے اور اپنے ہتھیار کو وقت اور بے وقت استعمال کرتے ہُوئے اس کے موثر ہونے کا ثبوت دیتا رہے۔

دُنیا کی نظر میں مسیحی جنگ کے ہتھیار بے وقوفی ہیں۔ جو منصوبہ یریحو کے خلاف کامیاب رہا، وہ آجکل کے ماہرینِ حرب کے نزدیک بے وقوفی ہوگا۔ جدعون کی قلیل فوج اُنہیں بے وقعت نظر آئیگی۔ پھر داؤد کی فلاخن، شمجر کے بیل کے پینے اور ہر زمانہ میں خُدا کی حقیر بے وقوفوں کی فوج کے متعلق کیا

کہیں گے ؟ رُوحانی ذہن جانتا ہے کہ خُدا کثیر تعداد فوج کی پشت پر نہیں ہوتا بلکہ وہ اِس دُنیا کی حقیر، کمزور اور ردّ کی ہوئی اشیاء کو لے کر اُن کے ذریعہ اپنا جلال ظاہر کرتا ہے۔

جنگ تقاضا کرتی ہے کہ ہم اپنے دُشمن اور اُس کے منصوبوں سے آگاہ ہوں۔ اَور یہی کچھ مسیحی جنگ میں بھی ہے۔ "ہمیں خون اور گوشت سے کُشتی نہیں کرنا ہے بلکہ حکومت والوں اور اختیار والوں اور اِس دُنیا کی تاریکی کے حاکموں اور شرارت کی اُن رُوحانی فوجوں سے جو آسمانی مقاموں میں ہیں" (اِفسیوں ۶: ۱۲)۔ ہم جانتے ہیں کہ "شیطان بھی اپنے آپ کو نُورانی فرشتہ کے ہمشکل بنالیتا ہے۔ پس اگر اُس کے خادم بھی راستبازی کے خادموں کے ہمشکل بن جائیں تو کچھ بڑی بات نہیں لیکن اُن کا انجام اُن کے کاموں کے موافق ہوگا" (۲۔کرنتھیوں ۱۱: ۱۴-۱۵)۔ ایک تربیّت یافتہ مسیحی سپاہی جانتا ہے کہ اُس کی سب سے زیادہ اور سخت مخالفت، شرابی، چور اور زانی نہیں کریں گے بلکہ پیشہ ور مذہبی راہنما۔ یہ مذہبی راہنما ہی تھے جنہوں نے مسیح خُداوند کو صلیب پر چڑھا دیا تھا۔ یہ مذہبی راہنما ہی تھے جنہوں نے ابتدائی کلیسیاؤں کو ستایا تھا۔ پولس رسُول کو اُن لوگوں کے ہاتھوں سب سے زیادہ دُکھ اُٹھانا پڑا جو خُود کو خُدا کے خدمت گذار کہتے تھے۔ پس ہر زمانہ میں یُونہی ہوتا آیا ہے۔ شیطان کے خادم، راستبازی کے خادموں کا رُوپ دھار لیتے ہیں۔ وہ مذہبی زبان بولتے، مذہبی لباس پہنتے اور خُود کو بڑا متّقی و پرہیزگار ظاہر کرتے ہیں لیکن اُن کے دِل مسیح اور اُس کی خوشخبری کے لئے نفرت سے بھرے ہوتے ہیں۔

جنگ مکمّل مخصُوصیّت کا تقاضا کرتی ہے۔ کوئی سپاہی جب لڑائی کو

جاتا ہے اپنے آپ کو دنیا کے معاملوں میں نہیں پھنساتا تاکہ اپنے بھرتی کرنے والے کو خوش کرے" (۲-تیمتھیس ۲: ۴)۔ مسیح کے شاگردوں کو یہ سیکھنا چاہیئے کہ وہ کسی ایسی چیز کو جو اُن کی مسیح کے ساتھ مکمل وابستگی و پیوستگی میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہے ہرگز برداشت نہ کریں۔ اسے صرف ایک ہی بات سے عشق ہونا ہے اور اُس کے علاوہ دیگر تمام باتوں کو وہ قید کر کے مسیح کے قدموں میں ڈال دیتا ہے۔

جنگ، خطرات میں دلیری اور جرأت کا تقاضا کرتی ہے۔ "اِس واسطے تم خدا کے سب ہتھیار باندھ لو تاکہ بُرے دِن میں مقابلہ کر سکو اور سب کاموں کو انجام دے کر قائم رہ سکو" (اِفسیوں ۶: ۱۳، ۱۴)۔ اکثر کہا جاتا ہے کہ اِفسیوں کے خط میں مذکور مسیحی ہتھیاروں میں پُشت کے لئے کوئی ہتھیار نہیں، اِس لئے پسپائی کی کوئی گنجائش نہیں۔ ہم کیوں پسپا ہوں؟ اگر ہمیں "اُس کے وسیلہ سے جس نے ہم سے محبت کی ہم کو فتح سے بڑھ کر غلبہ حاصل ہوتا ہے" تو ہم کیوں پسپا ہوں؟ کوئی بھی ہمارے خلاف کامیاب نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اگر ہمیں جنگ شروع کرنے سے پیشتر ہی فتح کا یقین دلایا جا چکا ہے تو ہم پسپائی کے لئے کیوں سوچیں؟

دُنیا پر قبضہ

خُدا نے ہمیں دُنیا پر قبضہ کرنے کے لئے بلایا ہے۔ اُس کا کبھی یہ مقصد نہیں تھا کہ ہم اُس اعلیٰ مقصد کو پُورا کئے بغیر مر جائیں۔

جب خداوند نے اِنسان کو پیدا کیا تھا تو اُس نے اُسے زمین پر اختیار بخشا۔ اُس نے اُس کے سر پر عزت وجلال کا تاج رکھا اور سب چیزیں اُس کے ماتحت کر دیں۔ اِنسان کو بزرگی اور اختیار دیا گیا یہانتک کہ وہ فرشتوں سے کچھ ہی کم تھا۔

لیکن جب آدم نے گناہ کیا تو جو اختیار اُسے الٰہی فرمان کے ذریعہ مِلا تھا اُس میں سے بہت سا جاتا رہا۔ اب بغیر شرکتِ غیرے حکومت کرنے کی بجائے وہ ایک غیر یقینی سلطنت پر کمزوری کی حالت میں حکومت کرنے لگا۔

انجیلِ جلیل کے مطابق ایک لحاظ سے ہم دوبارہ قبضہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اب غرّانے ہوئے کتّوں یا زہریلے سانپوں پر اختیار کا سوال نہیں بلکہ بے دین دُنیا کو اپنی میراث کے طور پر حاصل کرنے کا۔ "حقیقی بادشاہی اخلاق اور روحانی اختیار، اور پاک اور مُقدّس زندگی کی پُرکشش تجلّی کے وسیلہ سے کی جاتی ہے" (سیجے۔ ایزیح۔ بوتوٹ)۔

درحقیقت، مسیحی بلاہٹ کی اِس وجاہت سے آدم آگاہ ہی نہیں تھا۔

ہم دُنیا کو مخلصی دینے میں خُدا کے ساتھ شریک ہیں ـ" یہ ہمارا کام ہے کہ ہم لوگوں کو خداوند کے نام میں زندگی کی تاجداری، نفس پر حکومت اور بادشاہی کی خدمت کرنے کے لئے مسح کریں" (ڈنسڈیل - ٹی - ینگ)۔

فی زمانہ زندگی کا المیہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی اعلیٰ و ارفع بلاہٹ کو نہیں پہچانا - ہم "چھوٹوں میں بڑا بننے" یا "اپنے ماتحتوں کو گلے لگانے" میں زندگی بسر کرنے میں خوش و مطمئن رہتے ہیں - ہم پرواز کرنے کی بجائے رینگتے ہیں - ہم بادشاہ کی بجائے غلام ہیں - بہت کم مسیحی ایسے ہیں جن کے پاس دُنیا کو مسیح کے لئے جیتنے کی رویا ہے۔

سپرجن، انہی معدودے چند لوگوں میں سے ایک تھا - اُس نے اپنے بیٹے کو حسبِ ذیل بڑا تحریک بخش اور پُر زور خط لکھا:

"اگر خُدا تمہیں مشنری بنانا چاہتا ہے تو مَیں نہیں چاہتا کہ تم کروڑ پتی ہو کر مرو"۔

"اگر تم مشنری بننے کے اہل ہو تو مَیں نہیں چاہتا کہ تم اس اعلیٰ عہدے کو چھوڑ کر بادشاہ بنو کیونکہ یہ خدا کی خدمت کی نسبت نہایت گھٹیا عہدہ ہے"۔

"مسیح کے لئے رُوحیں جیتنے اور دُور دراز کے مُلکوں میں مسیح کی منادی کرنے کے شرف کے مُقابلہ میں تمہارے اِن بادشاہوں، نوابوں اور تاج شاہی کی قدر و قیمت ہی کیا ہے؟"

مشہور و معرُوف مشنری اور مُدبّر جان موٹ بھی اُنہی لوگوں میں سے تھے - جب امریکہ کے صدر coolidge نے اُنہیں جاپان میں سفیر کے عُہدہ کی پیشکش کی تو اُنہوں نے جواب دیا: "مسٹر پریذیڈنٹ! چونکہ خُدا نے مجھے اپنا سفیر ہونے کے لئے بُلایا ہے اِس لئے میرے کان دُوسری تمام بلاہٹوں

کے لئے بند ہیں"۔

بلی گراہم، ایک اور شخص کا تذکرہ کرتے ہیں :

"جب اسٹینڈرڈ آئل کمپنی کسی ایسے آدمی کو تلاش کر رہی تھی جو مشرقِ بعید میں اُن کی نمائندگی کرے تو اُن کی نگاہِ انتخاب ایک مشنری پر پڑی۔ اُنہوں نے اُسے دس ہزار ڈالر کی پیشکش کی لیکن اُس نے رد کر دیئے۔ پھر کمپنی نے پچیس ہزار ڈالر اور بعد ازاں بچاس ہزار ڈالر کی پیشکش کی لیکن اُس مردِ خدا نے اُسے بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ کمپنی نے وجہ دریافت کی۔ اُس نے جواب دیا "آپ کی پیشکش اچھی ہے لیکن آپ کا کام بہت چھوٹا ہے۔ خُدا نے مجھے مشنری ہونے کے لئے بلایا ہے"۔

مسیحی بلاہٹ تمام کاموں سے زیادہ پُر عظمت ہے۔ اگر ہم یہ جان جائیں تو پھر ہماری زندگی میں ایک نئی رفعت اور بلندئ پرواز پیدا ہو جائے گی۔ پھر ہم یہ نہیں کہیں گے کہ ہم "پلمبر یا ڈاکٹر ہونے کے لئے بلائے گئے ہیں" بلکہ یہ کہ "ہم رسول ہونے کے لئے بلائے گئے ہیں" اور باقی تمام کام محض روزی پیدا کرنے کے لئے ہیں۔

اُس وقت ہم پہچانیں گے کہ ہم ہر ایک آدمی کو خوشخبری سنانے، تمام قوموں کو شاگرد بنانے اور دُنیا کو مسیح کے لئے جیتنے کے لئے بلائے گئے ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ کہیں کہ یہ تو بہت بڑا کام ہے۔ بے شک ہے تو بڑا لیکن ناممکن نہیں۔

لیکن ہم اپنے زمانہ میں تمام دُنیا تک کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اُن آدمیوں اور عورتوں کے وسیلہ سے جو خُدا کو اپنے دل سے پیار کرتے ہیں اور جو اپنے پڑوسیوں سے اپنی مانند محبت رکھتے ہیں۔ اس

کام کو صرف وہ مخصوصیّت ہی پایۂ تکمیل تک پہنچا سکتی ہے جو دُوسروں کے لئے ختم نہ ہونے والی محبّت سے پیدا ہوتی ہے۔

وہ لوگ جو مسیح کی محبّت سے مجبور ہیں، اُن کے نزدیک مسیح کے لئے کوئی بھی قُربانی بڑی نہیں ہوسکتی۔ وہ اُس کی محبّت کے سبب سے بڑی سے بڑی قربانی دیں گے۔ وہ اپنی زندگی کو عزیز نہیں رکھیں گے۔ وہ اپنی زندگی کو صرف مرتی رُوحیں بچانے کے لئے خرچ کریں گے۔

اگر بنیاد، محبّت نہ ہو تو کام بے فائدہ ہے۔ اُس وقت خدمت ٹھنٹھناتے ہُوئے پیتل اور جھنجھناتی ہُوئی جھانجھ سے زیادہ وُقعت نہیں رکھتی۔ لیکن جب محبّت قُطب نما بَن جاتی ہے، جب لوگ مسیح کے لئے مخصوصیّت کی آگ میں بھڑکتے ہُوئے آگے بڑھتے ہیں تو دُنیا کی کوئی طاقت انجیل کے سیلاب کے آگے بند نہیں باندھ سکتی۔

ذرا تصوّر کی آنکھ سے اُن چند شاگردوں کو دیکھئے جنہوں نے اپنے آپ کو کلیتہً مسیح کے لئے وقف کر دیا تھا۔ وہ مسیح کی محبّت میں سرشار اُس جلالی پیغام کے ہراول دستے کی صُورت میں خُشکی اور تری میں آگے بڑھتے جاتے تھے۔ وہ تھکاوٹ محسوس کئے بغیر نئے نئے علاقے تلاش کرتے، ہر شُعبۂ زندگی میں ایسی رُوحیں تلاش کرتے جن کے لئے مسیح مُوا اور ابد تک نجات دہندہ کی پرستش کرنے کے لئے اُنہیں اُس کے پاس لاتے۔ اُنہوں نے لوگوں کو مسیح کے پاس لانے کے لئے کونسا طریقہ اختیار کیا؟

نئے عہدنامہ میں انجیل کا پیغام دوسروں تک پہنچانے کے لئے دو بنیادی طریقے بیان کئے گئے ہیں۔ پہلا اِجتماعی اور دُوسرا انفرادی منادی۔ جہاں تک پہلے طریقے کا تعلق ہے اِسے خُداوند مسیح اور اُس کے

شاگردوں نے عام طور پر استعمال کیا ۔ جہاں کہیں لوگ جمع ہوتے وہاں خوشخبری کی منادی کی جاتی ۔ پس ہم دیکھتے ہیں کہ بازاروں میں، قید خانوں میں، عبادت خانوں میں، سمندر اور دریا کے کناروں پر خوشخبری کی منادی کی جاتی تھی ۔ پیغام کی تاکید اور اعلیٰ خصوصیت تقاضا کرتی تھیں کہ اُسے جلسے جلوس کی روایتی جگہوں تک ہی محدود نہ رکھا جائے ۔

۲ مسیحی ایمان کی اشاعت کا دُوسرا طریقہ انفرادی منادی ہے ۔ یہ وُہ طریقہ ہے جسے مسیح خداوند نے اپنے بارہ شاگردوں کی تربیت کے لئے استعمال کیا ۔ اُس نے آدمیوں کے اُس چھوٹے گروہ کو اِس لئے بلایا تاکہ وُہ اُس کے ساتھ رہیں، تاکہ وہ اُنہیں بعد میں دُنیا میں بھیج دے ۔ وہ ہر روز اُنہیں خدا کی سچائیاں سکھاتا ۔ اُس نے وہ کام اُن کے سامنے رکھا جس کے لئے وہ مقرر ہُوا تھا ۔ اُس نے اُنہیں اُن مشکلات اور خطرات کی تفصیل سے بھی آگاہ کیا جو اُنہیں پیش آنے والی تھیں ۔ اُس نے اُنہیں خدا کے بھیدوں سے آگاہ کیا اور اُنہیں اُس کی جلالی لیکن محنت طلب تجویز میں شامل کیا ۔ پھر اُس نے اُنہیں گویا بھیڑوں کو بھیڑیوں کے درمیان بھیج دیا ۔ بعد اِن تھوڑے سے شاگردوں نے پاک رُوح کی قوت سے ملبس ہو کر جی اُٹھے، آسمان پر گئے ہُوئے جلالی نجات دہندہ کے متعلق بتایا ۔ اِس طریقے کا موثر ہونا اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ شاگردوں کے اِس چھوٹے گروہ نے جواب ایک کی غداری کے سبب سے گیارہ رہ گئے تھے، مسیح کے لئے دُنیا کو اُلٹ پلٹ کر رکھ دیا ۔

پولس رسول نے نہ صرف خود یہ طریقہ استعمال کیا بلکہ تیمتھیس پر بھی زور دیا ۔ "جو باتیں تو نے بہت سے گواہوں کے سامنے مجھ سے

سُنی ہیں اُن کو ایسے دیانتدار آدمیوں کے سپُرد کر جو اَوروں کو بھی سکھانے کے قابل ہوں" (۲-تیمیتھیس ۲:۲) - پہلا قدم - دُعا کے ساتھ بڑی احتیاط سے وفادار لوگوں کا چُناؤ ہے - دُوسرا قدم، اُن کے سپُرد اِس جلالی رویا کو کرنا ہے - تیسرا قدم، اُن آدمیوں کو شاگرد بنانے کے لئے بھیجنا ہے۔ (متّی ۲۸:۱۹) -

جو لوگ تعداد کے مُتمنّی رہتے اور بڑے بڑے اجتماعات سے ہمکلام ہونا پسند کرتے ہیں، اُن کے لئے یہ طریقہ بے کیف اور ناگوار ہوگا۔ لیکن خُدا جانتا ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے اور اُس کے طریقے بہترین طریقے ہیں۔ اپنے آپ میں مطمئن، مذہب پرست بھیڑ کی نسبت خُدا کے لیے چند مُخلص اور سنجیدہ شاگرد کہیں زیادہ کام کر سکتے ہیں -

جب یہ شاگرد مسیح خُداوند کے نام میں جاتے ہیں تو وہ چند بنیادی اصُولوں کی پیروی کرتے ہیں جنہیں کلام میں بیان کیا گیا ہے - سب سے پہلا، وہ سانپ کی طرح ہوشیار اور کبُوتر کی طرح بھولے ہوتے ہیں - اُنہوں نے اِس دُشوار راہ پہ چلنے کے لئے ذاتِ الٰہی سے حکمت حاصل کی - لیکن اِس کے ساتھ ہی وہ اپنے ہمجنس اِنسانوں کے ساتھ حلیمی اور فروتنی سے پیش آتے ہیں - کِسی کو اُن سے ڈرنے کی ضرورت نہیں البتہ وہ اُن کی دُعاؤں اور اُن کی گواہی سے ڈریں -

یہ شاگرد اپنے آپ کو دُنیا کی سیاست سے دُور رکھتے ہیں - اُنہوں نے کبھی یہ خیال نہ کیا کہ وہ کس طرزِ حکومت یا سیاسی نظریہ کے خلاف جہاد کرنے کے لئے بُلائے گئے ہیں - وہ ہر قسم کی حکومت کے تحت کام کر سکتے ہیں اور وہ اُس حد تک وفادار ہیں جس حد تک وہ

اُن کے ایمان سے ٹکراتی نہیں۔ اُس صُورت میں وہ تابع فرمانی سے اِنکار کر دیتے ہیں اور اِس کا خمیازہ بھگتنے کے لئے بھی تیار رہتے ہیں۔ لیکن وہ کبھی بھی اِنسانی حکومت کے خلاف بغاوت نہیں کرتے اور نہ انقلابی ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔ کیا خُداوند نے نہیں فرمایا: "اگر میری بادشاہی دُنیا کی ہوتی تو میرے خادِم لڑتے"؟ یہ لوگ آسمان کی بادشاہی کے سفیر ہیں۔ چنانچہ وہ اِس دُنیا میں مسافر اور پردیسی ہیں۔

وہ اپنے کاروبار اور لین دین میں نہایت ایماندار ہیں۔ وہ ہر قسم کے مکروفریب سے دُور رہتے ہیں۔ ان کی "ہاں" کا مطلب "ہاں" ہوتا ہے اور "نہیں" کا نہیں۔ وُہ اِس مقبولِ عام جھُوٹ کو اپنانے سے انکار کر دیتے ہیں کہ اگر نتیجہ اچھّا ہو تو اُسے حاصِل کرنے کا طریقہ اچھّا ہو یا بُرا کوئی پرواہ نہیں۔ وہ کِسی حالت میں بھی بُرائی نہیں کرتے کہ اُس سے بھلائی پیدا ہو۔ اُن میں سے ہر ایک گُناہ کی نسبت مَوت کو ترجیح دیتا ہے۔

ایک اور اُصُول جِس کی یہ لوگ پیروی کرتے ہیں یہ ہے کہ مقامی کلیسیاء کو اپنی خدمت کا مرکز بناتے ہیں۔ وہ خُداوند مسیح کے لئے رُوحیں جیتنے کے لئے اِدھر اُدھر جاتے ہیں، اور جب کوئی مسیح کو قبول کرتا ہے تو وہ اُسے مَقامی کلیسیا کے سپُرد کر دیتے ہیں تاکہ وہ اپنے مُقدّس ایمان میں تعمیر اور مضبُوط کئے جائیں۔ حقیقی شاگِرد جانتے ہیں کہ ایمان کی منادی کرنے کے لئے مقامی کلیسیا اس زمین پر خُدا کا ایک ذریعہ ہے اور اِن خطوط پر ہی سب سے مضبُوط کام تعمیر کیا جاتا ہے۔

وہ فضول تنظیموں سے دُور رہتے ہیں۔ وہ کِسی اِنسانی تنظیم کو

اپنے پر حکم چلانے کی اجازت نہیں دیتے۔ وہ آگے بڑھنے کے احکام براہِ راست اپنے آسمانی مرکز سے حاصل کرتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنے مقامی کلیسیا کے مسیحیوں کے اعتماد اور حمایت کے بغیر کام کرتے ہیں۔ اس کے برعکس وہ اُس کی تائید و تعریف کو خدمت کے لئے اپنی بلاہٹ کی تصدیق سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ مسیح کی خدمت خُدا ہی کی راہنمائی اور اُس کے کلام کی فرمانبرداری میں کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

آخری بات، یہ لوگ شہرت سے دور بھاگتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو پسِ منظر میں رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اُن کا مقصد خُدا کو جلال دینا اور اُسے دُنیا کے سامنے پیش کرنا ہوتا ہے۔ وہ اپنے لئے بڑی بڑی باتوں کی تلاش میں نہیں رہتے، اور نہ وہ اپنا طریقۂ کار دُشمن پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ پس وہ خاموشی کے ساتھ آدمیوں کی ستائش یا الزام سے بے پرواہ کام کرتے رہتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اپنی محنت کے نتائج معلوم کرنے کے لئے آسمان سب سے بہتر اور محفوظ جگہ ہے۔

شاگردی اور شادی

"بعض خوجے ایسے ہیں جو ماں کے پیٹ ہی سے ایسے پیدا ہوئے اور بعض خوجے ایسے ہیں جن کو آدمیوں نے خوجہ بنایا اور بعض خوجے ایسے ہیں جنہوں نے آسمان کی بادشاہی کے لئے اپنے آپ کو خوجہ بنایا۔ جو قبول کر سکتا ہے وہ قبول کرے"
(متی ۱۹ : ۱۲)۔

شاگردوں کے سامنے ایک بڑا سوال یہ ہوتا ہے کہ آیا خُدا نے انہیں خاندانی زندگی کے لئے بُلایا ہے یا مجرّد رہنے کے لئے۔ یہ ایک انفرادی سوال ہے اور ہر شخص کو خود خُداوند سے راہنمائی حاصل کرنی چاہئے۔ اس سلسلہ میں کوئی شخص دوسرے پر حکم نہیں چلا سکتا۔

کلامِ مقدّس کی عام تعلیم یہ ہے کہ خُدا نے اپنے ذہن میں بہت سے مقاصد رکھتے ہوئے نسلِ انسانی کے لئے شادی کا طریقہ وضع کیا ہے:

۱۔ اُسے باہمی سنگت اور خوشی و خرمی کے لئے مقرر کیا گیا۔ "خُداوند خُدا نے کہا کہ آدم کا اکیلا رہنا اچھّا نہیں" (پیدائش ۲ : ۱۸)۔

۲۔ اِسے بقائے نسلِ انسانی کے لئے مُقرّر کیا گیا۔ یہ خُداوند کے اِسی حکم سے ظاہر ہے۔ خُدا نے کہا "پھلو اور بڑھو اور زمین کو معمور و محکوم کرو"

(پیدائش ۱: ۲۸)۔

۳۔ اِسے خاندان اور سماج میں پاکیزگی قائم رکھنے کیلئے مُقرّر کیا گیا۔ "حرامکاریوں کے اندیشہ سے ہر مَرد اپنی بیوی اور ہر عورت اپنا شوہر رکھے" (۱۔کرنتھیوں ۷: ۲)۔

خُدا کے کلام میں کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا ہے کہ شادی، مسیح کی خدمت، پرستش اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے میں رُکاوٹ ہے۔ اِس کے برعکس ہمیں یاد دلایا جاتا ہے کہ "بیاہ کرنا سب میں عزت کی بات سمجھی جائے اور بستر بے داغ رہے" (عبرانیوں ۱۳: ۴)۔ کلام میں مرقوم ہے "جس کو بیوی ملی اُس نے تحفہ پایا" (امثال ۱۸: ۲۲)۔ واعظ کے ان الفاظ کا اطلاق شادی پر بھی ہو سکتا ہے "ایک سے دو بہتر ہیں" (واعظ ۴: ۹)۔ خاص طور پر جب دونوں خُداوند کی خدمت میں مصرُوف ہوں۔ استثنا ۳۲: ۳۰ میں متحدہ کوشش کو زیادہ بارور اور مؤثر بتایا گیا ہے "ایک آدمی ہزار کا پیچھا کرتا اور دو آدمی دس ہزار کو بھگا دیتے" ہیں۔

تاہم اگرچہ عام طور پر آدمیوں کے لئے شادی خُدا کی مرضی ہے تو بھی ہر ایک کے لئے اُس کی مرضی یہی نہیں ہے۔ اگرچہ اِسے ناقابلِ انتقال حق سمجھا جائے تو بھی ایک شاگرد اپنے اِس حق سے خُداوند کی خدمت زیادہ سکون سے کرنے کے لئے دست بردار ہو سکتا ہے۔

خُداوند مسیح نے فرمایا کہ اُس کی بادشاہی میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جنہوں نے خود کو اُس کی خاطر گویا خوجہ بنالیا:

"بعض خوجے ایسے ہیں جو ماں کے پیٹ ہی سے ایسے پیدا ہوئے اور بعض خوجے ایسے ہیں جن کو آدمیوں نے خوجہ بنایا اور بعض خوجے ایسے

ہیں جنہوں نے آسمان کی بادشاہی کے لئے اپنے آپ کو خوجہ بنایا۔
جو قبول کر سکتا ہے وہ قبول کرے" (متی ۱۹: ۱۲)۔
یہ یقیناً ایک رضا کارانہ اقدام ہے جو ایک شخص حسب ذیل ۲ دو
عناصر کے نتیجہ کے طور پر اٹھاتا ہے:
۱۔ مجرّد رہنے کے لئے خدا کی رہنمائی کا احساس۔
۲۔ خاندانی زندگی کی اضافی ذمّہ داریوں کے بغیر خداوند کے کام کے
لئے اپنے آپ کو اور زیادہ دینے کی خواہش۔
الٰہی بلاہٹ کی قائلیّت اشد ضروری ہے (۱۔کرنتھیوں ۷: ۷)۔
صرف اُس کے وسیلہ ہی سے ایک شاگرد کو یقین ہو سکتا ہے کہ
خداوند پرہیزگاری کے لئے ضروری فضل دے گا۔
دوسری بات، یہ ضرور رضا کارانہ ہو۔ جہاں کہیں مذہبی طور پر
تجرّد کے لئے مجبور کیا جاتا ہے وہاں حرامکاری اور ناپاکی کا خطرہ
زیادہ ہوتا ہے۔
پولس رسول اِس حقیقت پر بڑا زور دیتا ہے کہ ایک غیر شادی
شدہ شخص خدا کی بادشاہی کے لئے اکثر زیادہ کام کر سکتا ہے:۔
"بے بیاہا شخص خداوند کی فکر میں رہتا ہے کہ کس طرح خداوند
کو راضی کرے۔ مگر بیاہا ہوا شخص دنیا کی فکر میں رہتا ہے کہ
کس طرح اپنی بیوی کو راضی کرے" (۱۔کرنتھیوں ۷: ۳۲، ۳۳)۔
اِس وجہ سے اُس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ بے بیاہے اور بیوائیں اُس
کی مانند یعنی بے بیاہے رہیں (۱۔کرنتھیوں ۷: ۷، ۸)۔
تاہم، رسول شادی شدہ لوگوں کو بھی کہتا ہے کہ وقت کی کمی کا تقاضا

یہ ہے کہ ہر شے کو مسیح کو دُوسرے لوگوں تک پہنچانے کے بڑے کام کے ماتحت کر دیا جائے:

"مگر اے بھائیو! مَیں یہ کہتا ہُوں کہ وقت تنگ ہے۔ پس آگے کو چاہیئے کہ بیوی والے ایسے ہوں کہ گویا اُن کے بیویاں نہیں اور رونے والے ایسے ہوں گویا نہیں روتے، اور خوشی کرنے والے ایسے ہوں گویا خوشی نہیں کرتے اور خریدنے والے ایسے ہوں گویا مال نہیں رکھتے۔ اور دُنیوی کاروبار کرنے والے ایسے ہوں کہ دُنیا ہی کے نہ ہو جائیں کیونکہ دُنیا کی شکل بدلتی جاتی ہے" (۱-کرنتھیوں ۷: ۲۹-۳۱)۔

لیکن اِس کا یقیناً یہ مطلب نہیں کہ ہم اپنی خاندانی ذمہ داریوں کی طرف سے لاپرواہ ہو جائیں، اپنی بیوی اور بچّوں کو چھوڑ دیں اور خادم الدین بن کر گھر سے نکل جائیں۔ تاہم اِس کا مطلب یہ ضرور ہے کہ ہم اپنی خاندانی زندگی کو مُطمئن اور خُوشحال بنانے کی فکر میں مصرُوف نہ رہیں۔ ہمیں مسیح کو دُوسرا درجہ دینے کے لئے اپنی بیوی اور بچّوں کو بہانہ نہیں بنانا چاہیئے۔

کمیونسٹوں نے اِس بات کو سیکھ لیا ہے کہ وہ اپنے خاندانی معاملات کو، دُنیا پر غلبہ حاصل کرنے کے اپنے کمیونسٹ نصب العین کے مُقابلہ میں کوئی اہمیّت نہیں دیتے۔ گورڈن آرنلڈ لینڈیل اِس کی ایک مثال ہے۔ سنہ ۱۹۶۰ء میں جب انگلینڈ میں اُسے رُوسی جاسُوس ہونے کے جُرم میں پکڑا گیا تو پولیس کو اُس کے پاس سے اُس کی بیوی کا خط اور چھ صفحات پر مشتمل جواب مِلا۔ اُس کی بیوی نے لکھا تھا: زندگی کتنی ظالم ہے۔ مَیں اچھی طرح سمجھتی ہُوں کہ آپ کام کر رہے ہیں اور یہ آپ کی

ذمہ داری بھی ہے اور آپ اپنے کام سے پیار کرتے ہیں اور آپ یہ سب کچھ بڑی دیانتداری سے کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تاہم عورت ہونے کے ناتے سے میرا کہنا یہ ہے کہ میں بڑی اذیّت سہہ رہی ہوں۔ کاش آپ مجھے لکھیں کہ آپ مجھے کتنا پیار کرتے ہیں تو ممکن ہے کہ میرا دِل ہلکا ہو جائے گا"۔

لینڈیل نے اس کا جواب کچھ یوں دیا: "میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ میرے پاس صرف ایک زندگی ہے اور وہ بھی اتنی آسان نہیں۔ میں اپنی زندگی ایسے گزارنا چاہتا ہوں کہ جب میں اپنے ماضی پر نظر ڈالوں تو شرم محسوس نہ کروں ... میں جلد ۳۹ برس کا ہو جاؤں گا۔ کیا زندگی کافی باقی رہ گئی ہے؟"

پولس رسول بھی یہی کہتا ہے کہ "وقت تنگ ہے۔ پس آگے کو چاہیئے کہ بیوی والے ایسے ہوں گویا اُن کے بیویاں نہیں ...."۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ غلط شادی کو شیطان اکثر استعمال کرتا ہے کہ ایک نوجوان جوڑے کو مسیح کے لئے زیادہ استعمال ہونے کے راستہ سے بھٹکا دے۔ متعدد جوشیلے مسیحیوں نے شادی کے باعث مسیح کی غیر منقسم خدمت کا حق کھو دیا۔

"مسیح کی اس مرضی کو پورا کرنے کے سلسلہ میں کہ تمام لوگوں کو خوشخبری سُنائی جائے، شادی سخت دشمن ثابت ہوتی ہے۔ شادی خدا کی طرف سے ہے۔ لیکن جب اس کا غلط استعمال ہو تو یہ رکاوٹ بن جاتی ہے۔ ایسے متعدد مرد اور خواتین ہیں جنہیں غیر ممالک میں منادی کرنے کی یقینی بُلاہٹ ہوئی لیکن اپنے شریکِ زندگی کے باعث وہاں نہ جا سکے۔

کسی چیز کو بھی، یہاں تک کہ خُدا کے عطا کردہ شریکِ حیات کو بھی اپنی زندگی میں خُدا کے مقصد میں رکاوٹ نہیں بننے دینا چاہیئے۔ آج رُوحیں اِس لئے ہلاک ہو رہی ہیں کیونکہ ہم اپنے عزیزوں کو خُدا کی مرضی پر ترجیح دیتے ہیں"۔

کئی راہنما کارندوں کے لئے شاید یہی نہایت دُرست ہے کہ اُنہیں تجرّد کی زندگی کو ترجیح دینی چاہیئے۔ "ہراول دستے کے مَرد اور خواتین کو جائز خوشیاں تو رہیں ایک طرف، مُمکن ہے اپنی ضرورِیات زندگی سے بھی انکار کرنا پڑے۔ ایسے مسیحیوں کا فرض ہے کہ وہ سختیاں سہیں، اچھے سپاہی بنیں، زندگی کی چیزوں سے متاثر نہ ہوں اور کھلاڑی کی مانِند ہلکے پُھلکے ہوں۔ یہ ایک کام اور بلاہٹ ہے، اور ایک خاص خِدمت کے لئے تقرر"۔

وہ لوگ جو اِس بلاہٹ کو سُنتے اور اُس کا مُثبت جواب دیتے ہیں اُن کے لئے ترجیحی اجر ہے:

"یسوعؔ نے اُن سے کہا مَیں سچ کہتا ہُوں ․․․․ جِس کِسی نے گھروں یا بھائیوں یا بہنوں یا باپ یا ماں یا بچّوں یا کھیتوں کو میرے نام کی خاطر چھوڑ دیا ہے اُس کو سَو گنا ملیگا اور ہمیشہ کی زندگی کا وارث ہوگا" (متّی ۱۹: ۲۸، ۲۹)۔

لاگت کا اندازہ

خُداوند یسوعؔ نے آدمیوں کو کبھی بھی زبانی کلامی ایمان اختیار کرنے کی ترغیب دینے کی کوشش نہیں کی۔ اور نہ ہی اُس نے کبھی عوام پسند پیغام دینے کے ذریعہ انبوہِ کثیر کو اپنے پیچھے لگانے کی کوشش کی۔ اِس کے برعکس جب کبھی لوگوں کی بھیڑ اُس کے پیچھے ہولی تو اُس نے شاگرد بننے کی سخت شرائط پیش کر کے اُنہیں چھانا اور پھٹکا۔

ایک ایسے ہی موقع پر ہمارے خُداوند نے اُن لوگوں کو جو اُس کی پیروی کریں گے لاگت کا اندازہ لگانے کو کہا:

"تم میں ایسا کون ہے کہ جب وہ ایک بُرج بنانا چاہے تو پہلے بیٹھ کر لاگت کا حِساب نہ کر لے کہ آیا میرے پاس اُس کے تیار کرنے کا سامان ہے یا نہیں؟ ایسا نہ ہو کہ جب نیو ڈال کر تیار نہ کر سکے تو سب دیکھنے والے یہ کہہ کر اُس پر ہنسنا شروع کریں کہ اِس شخص نے عمارت تو شروع کی مگر تکمیل نہ کر سکا یا کون ایسا بادشاہ ہے جو دُوسرے بادشاہ سے لڑنے جاتا ہو اور پہلے بیٹھ کر مشورہ نہ کر لے کہ آیا میں دس ہزار سے اُس کا مُقابلہ کر سکتا ہُوں یا نہیں جو بیس ہزار لے کر مجھ پر چڑھا آتا ہے؟

نہیں تو جب وہ ہنوز دُور ہی ہے ایلچی بھیج کر شرائطِ صُلح کی درخواست کرے گا" (لُوقا ۱۴: ۲۸-۳۲)۔

یہاں مسیح خُداوند نے مسیحی زندگی کو عمارت تعمیر کرنے اور جنگ سے تشبیہ دی ہے۔ اس نے کہا کہ لاگت کا اندازہ لگائے بغیر مکان یا بُرج تعمیر کرنا سراسر حماقت ہے۔ اگر عمارت مکمّل کرنے کے لئے کافی پیسہ نہیں تو نامکمّل عمارت آپ کی کوتاہ اندیشی پر گواہی دیتی رہے گی۔

یہ بات کتنی درست ہے؟ کسی بشارتی میٹنگ میں جذبات میں بہہ کر مسیح کے لئے فیصلہ کرنا ایک بات ہے، لیکن اپنی خُودی سے انکار اور ہر روز اپنی صلیب اُٹھا کر مسیح کی پیروی کرنا دُوسری بات ہے۔ اگرچہ مسیحی بننے کے لئے کچھ خرچ نہیں کرنا پڑتا، تاہم مُسلسل ایمان رکھتے ہُوئے قربانی، علیحدگی اور مسیح کے لئے دُکھ اُٹھانے کی راہ پر چلنا بہت بڑی قیمت کا تقاضا کرتا ہے۔ مسیحی دَوڑ کو اچھے طریقے سے شروع کرنا ایک بات ہے لیکن اُس سے چمٹے رہنا، خواہ موسم اچّھا ہے یا خراب، خواہ خوشحالی ہے یا غریبی، خواہ خوشی ہے یا غمی ایک دُوسری بات ہے۔

نکتہ چین دُنیا دیکھ رہی ہے۔ وہ عجیب طریقے سے محسُوس کرتی ہے کہ ایک مسیحی کو اپنے خداوند کی پیروی کے لئے سب کچھ وقف کرنا چاہیئے۔ جب وہ کسی ایسے مسیحی کو دیکھتی ہے جس نے خُود کو پُورے طور پر مسیح کے لئے وقف کر رکھا ہے تو ممکن ہے کہ وہ اُس کا تمسخر اُڑائے، تو بھی ایسے آدمی کے لئے جس نے خُود کو مسیح میں غرق کر رکھا ہے اُس کے دِل میں گہری عزّت پائی جاتی ہے۔ لیکن جب وہ نیم گرم مسیحی کو دیکھتی ہے تو اُس کے دِل میں سوائے حقارت کے کچھ نہیں ہوتا۔ وہ یہ کہنے

ہوئے اُس پر پھبتی کستی ہے کہ "اِس آدمی نے عمارت تو شروع کی لیکن مکمل نہ کر سکا۔ جب وہ مسیحی ہوا تو اُس نے بڑا زور دکھایا تھا لیکن اب وہ ہم جیسا ہی ہے۔ اُس نے بڑی تیز رفتاری سے شروع کیا مگر اب چلنا بھی دوبھر ہے۔"

پس خداوند مسیح نے فرمایا کہ بہتر ہے کہ پہلے بیٹھ کر لاگت کا حساب کر لو۔

مسیح یسوع نے دوسری تمثیل ایک بادشاہ کے بارے میں بیان کی جو دوسرے بادشاہ کے خلاف اعلانِ جنگ کرنے والا تھا۔ کیا اس کے لئے یہ بہتر نہ ہوگا کہ وہ پہلے حساب کر لے کہ آیا وہ دس ہزار کے ساتھ دشمن کی اپنے سے دوگنی فوج کو شکست دے سکتا ہے یا نہیں؟ یہ کتنی حماقت ہوگی کہ وہ پہلے اعلانِ جنگ کر دے اور پھر سوچ بچار کرے جب فوجیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے آ کھڑی ہوں۔ اُس وقت اُس کے لئے صرف ایک ہی چارہ ہوگا کہ صلح کا سفید جھنڈا کھڑا کر دے اور صلح کی شرائط کے لئے دست بستہ درخواست کرے۔

مسیحی زندگی بھی جنگ کی مانند ہے۔ ہمارے بھی بدترین دشمن ہیں یعنی دنیا، نفس اور شیطان۔ اِس میں حوصلہ شکنی، خونریزی اور دکھ پائے جاتے ہیں۔ اِس میں تھکا دینے والی بیداری کی لمبی راتیں اور پو پھٹنے کی شدید آرزو بھی پائی جاتی ہے۔ اِس میں آنسو، محنت، مشقت اور آزمائشیں ہیں، اور پھر یہ کہ ہر روز مرنا پڑتا ہے۔

اگر کوئی مسیح کی پیروی کرنا چاہتا ہے تو اُسے کشتمنی، گتسمنی اور گلگتا کو یاد رکھنا چاہیئے اور پھر اِن کے پیشِ نظر اُسے لاگت کا حساب کرنا چاہیئے۔ اِس کا مطلب خود کو پورے طور پر مسیح کے حوالے کرنا ہے،

ورنہ ہماری مسیحی زندگی بناوٹی ہو گی جس کا نتیجہ شرمندگی اور بے عزّتی کی صورت میں نکلے گا۔

اِن دو تمثیلوں کے ذریعہ مسیح خُداوند نے اپنے سامعین کو جذباتی طور پر اُس کے شاگرد بننے کے بارے میں خبردار کیا۔ وہ اُن کے ساتھ صرف اذیّت، دُکھوں اور المیّوں کا ہی وعدہ کرسکتا ہے، لہٰذا اُنہیں پہلے لاگت کا حساب کرنا چاہئے۔

اَور وہ لاگت کیا ہے؟ اگلی آیت میں اِس کا جواب ہے:

"پس اِسی طرح تُم مَیں سے جو کوئی اپنا سب کچھ ترک نہ کرے وہ میرا شاگرد نہیں ہو سکتا" (لوقا ۱۴: ۳۳)۔

لاگت "سب کچھ" ہے یعنی جو کچھ آدمی کے پاس ہے۔ نجات دہندہ کے لئے بھی اِس کا یہی مطلب تھا، اور یقیناً اُس کے شاگردوں کے لئے اِس سے کم نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ جو کہ بلاشُبہ سب سے زیادہ دولتمند تھا رضاکارانہ غریب بن گیا تو اُس کے شاگرد اس سے کم قیمت پر زندگی کا تاج کیسے حاصل کرسکتے ہیں؟

تب مسیح خُداوند اپنے بیان کا اختتام اِن الفاظ میں کرتا ہے:

"نمک اچھّا تو ہے لیکن اگر نمک کا مزہ جاتا رہے تو وہ کِس چیز سے مزہ دار کیا جائیگا" (لوقا ۱۴: ۳۴)۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بائبل کے زمانہ میں ایسا خالص نمک جیسا کہ آجکل ہمیں مِلتا ہے لوگوں کو میسّر نہیں تھا۔ اُن کے نمک میں مختلف چیزوں مثلاً ریت وغیرہ کی مِلاوٹ تھی، اِس لئے ممکن تھا کہ وہ اپنی نمکینی کھودے اور یُوں وہ بے مزہ اور بے قدر بن جائے۔ پھر اُسے مٹّی یا کھاد کے طور پر بھی اِستعمال

نہیں کیا جا سکتا تھا۔ بعض اوقات اِسے راستے میں بچھا دیا جاتا تھا۔ یُوں وہ کسی کام کا نہیں رہتا بلکہ اِسے باہر پھینک دیا جاتا اور وہ آدمیوں کے پاؤں کے نیچے روندا جاتا (متیّ ۵: ۱۳)۔

اِس تمثیل کا اطلاق واضح اور صاف ہے۔ مسیحیوں کی زندگی کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ وہ مسیح کیلئے اپنی زندگی پُورے طور پر دیتے ہُوئے خُدا کا جلال ظاہر کریں۔ اگر وہ اس زمین پر مال جمع کرتے، اپنے آرام اور خُوشی کے لئے کام کرتے، اپنا نام پیدا کرنے کی کوشش کرتے اور اگر اپنی زندگی اور لیاقت اِس بے قدر دُنیا کو حاصل کرنے کے لئے صرف کرتے ہیں تو وہ اپنا مزہ کھو دیتے ہیں۔

اگر ایماندار اپنی زندگی کے مرکزی مقصد کو کھو دیتے ہیں تو اُنہوں نے سب کچھ کھو دیا۔ وہ نہ تو دُوسروں کے فائدے کے لئے کام کر سکتے ہیں اور نہ کِسی اور مَصرف کے ہیں۔ وہ بے مزہ نمک کی مانند ہیں کہ آدمی اُنہیں پاؤں سے روندیں اور اُن کا تمسخر اُڑائیں اور حقارت سے دیکھیں۔

مسیح خُداوند کے آخری الفاظ یہ ہیں: "جس کے کان سُننے کے ہوں وہ سُن لے"۔

اکثر اوقات جب مسیح خُداوند کوئی سخت بات کہتا تو وہ اِن الفاظ کا اضافہ بھی کرتا۔ یہ ایسے ہی ہے گویا وہ مانتا تھا کہ تمام لوگ اُس کی باتوں کو قبول نہیں کریں گے۔ وہ جانتا تھا کہ بعض لوگ اُس کے تقاضوں کی دھار کو کُند بنانے کے لئے اُس کے الفاظ کی غلط تفسیر کریں گے۔

لیکن اِس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ کچھ لوگ کھلے دِل سے قبُول کریں گے اور اُس کے دعوُوں کے سامنے سرِ تسلیم خم

کر دیں گے۔

پس اُس نے دروازہ کھلا رہنے دیا۔ "جس کے کان سُننے کے ہوں وہ سُن لے"۔ جو سُنتے ہیں وہ پہلے لاگت کا حساب کر لیتے ہیں۔

شہادت کی پرچھائیں

جب کوئی شخص حقیقی طور پر خُود کو مسیح کے حوالے کر دیتا ہے تو پھر اُس کے نزدیک زندگی اور مَوت کی کوئی اہمیّت نہیں رہتی۔ اُس کے پیشِ نظر صِرف ایک ہی بات ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح خُداوند کو جلال مِلے۔
یہی جذبہ جِم ایلیٹ جو اوکز Aucas کے ہاتھوں شہید ہُوا کی تحریرات میں بھی مِلتا ہے۔ جب وہ کالج میں زیرِ تعلیم تھا تو اُس نے اپنی ڈائری میں لکھا: "مَیں اوکز Aucas کے لئے جان دینے کو تیار ہُوں"۔
ایک اور مرتبہ اُس نے لِکھا: "اے خُداوند! اگر تُو چاہتا ہے تو میری زندگی، ہاں میرا خُون لے لے اور اُسے اپنی آگ کے ساتھ استعمال کر۔ مَیں اِسے بچانا نہیں چاہتا کیونکہ یہ میرا نہیں ہے۔ اے خُداوند! اِسے لے بلکہ سب کا سب لے لے۔ میری زندگی کو دُنیا کے لئے بطور قُربانی اُنڈیل دے۔ خُون صِرف اُس وقت ہی قدر و قیمت رکھتا ہے جب وہ تیرے مذبح پر اُنڈیلا جائے"۔
ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ خُدا کے مُتعدد شُورما اِسی نتیجہ پر پہنچے۔ وہ جان گئے کہ "جب تک گیہوں کا دانہ زمین میں گِر کر مَر نہیں جاتا اکیلا رہتا ہے لیکن جب مَر جاتا ہے تو بہت سا پھل لاتا ہے" (یوحنّا ۱۲: ۲۴)۔

وہ گیہوں کا دانہ بننے کے لئے تیار تھے۔

یہ یقین وُہی رویّہ ہے جس کی تعلیم نجات دہندہ نے اپنے شاگردوں کو دی: "جو کوئی میری خاطر اپنی جان کھوئے وُہی اُسے بچائے گا"
(لُوقا ۹: ۲۴)۔

ہم جتنا اِس بات پر سوچ بچار کرتے ہیں اِسے اِتنا ہی درست پاتے ہیں۔

پہلی بات یہ کہ ہماری زندگیاں ہماری نہیں۔ یہ اُس کی ہیں جو ہماری زندگیوں کی قدر و قیمت اپنے بیش قیمت خون کے برابر جانتا ہے۔ کیا ہم خود غرضی سے اُس شے سے چمٹے رہ سکتے ہیں جو کسی دُوسرے کی ہے؟

سی۔ ٹی۔ سٹڈ نے اِس سوال کا جواب یوں دیا:

"مَیں یہ تو جانتا تھا کہ مسیح ہماری خاطر مُوا لیکن مَیں یہ کبھی نہ سمجھا تھا کہ اگر وہ میرے لئے مُوا تو پھر مَیں اپنا نہیں۔ مخلصی کا مطلب واپس خریدنا ہے۔ پس اگر مَیں اُس کا ہُوں تو یا تو مَیں جو کچھ میرا نہیں اُسے اپنے پاس رکھنے کے باعث چور ہُوں یا پھر مجھے سب کچھ خُدا کی خاطر چھوڑنا پڑے گا۔ جب مَیں نے یہ جان لیا کہ یسوع مسیح میرے لئے مُوا تو پھر اُس کے لئے سب کچھ ترک کرنا مشکل نہ رہا۔"

دُوسری، اگر دریں اثنا مسیح خُداوند نہ آئے تو ہم سب کو مرنا ہے، تو کیا بادشاہ کی خدمت کرتے ہُوئے مرنا زیادہ بڑا المیّہ ہے یا حادثاتی موت مرنا؟ کیا جِم ایلیٹ کی بات صحیح نہیں تھی؟ "اگر کوئی اُس چیز کو جسے وُہ اپنے پاس رکھ نہیں سکتا، ایسی چیز حاصل کرنے کے لئے دے دیتا ہے جسے وہ ہمیشہ رکھ سکتا ہے تو وہ بے وقوف نہیں ہے۔"

تیسری، یہ منطقی بات ہے کہ اگر مسیح خداوند ہمارے لئے مُوا تو ہم بھی اُس کے لئے مریں۔ اگر نوکر اپنے آقا سے بڑا نہیں تو پھر ہمیں کیا حق حاصل ہے کہ ہم مسیح خداوند کی نسبت زیادہ آرام سے بہشت میں جائیں؟ یہی وہ بات تھی جس نے مسٹر سٹڈ کو یہ کہنے پر مجبور کیا کہ "اگر مسیح خدا ہے اور میرے لئے مُوا تو پھر میں اُس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی بھی دے سکتا ہوں"۔

آخری بات، اگر اپنی زندگیوں کو ترک کرنے سے اپنے ہمجنسوں کو ابدی برکات مل سکتی ہیں تو اُن سے چمٹے رہنا جُرم ہے۔ بعض لوگ طِب کی تحقیق کے لئے اپنی زندگی دے دیتے ہیں، دیگر اپنے عزیزوں کو عمارت میں لگی ہوئی آگ سے بچانے کے لئے اپنی جان قربان کر دیتے ہیں۔ پھر کچھ لوگ اپنے مُلک کو دُشمن سے بچانے کے لئے میدانِ جنگ میں کٹ مرتے ہیں۔

لیکن تمام ایمانداروں کو شہید کی موت مرنے کی ضرورت نہیں۔ تلوار، پھانسی اور گولی صِرف چند ایک منتخب لوگوں کے لئے ہے۔ لیکن ہم سب شہیدوں کی سی رُوح، شہیدوں کا سا جذبہ اور شہیدوں کی سی لگن رکھ سکتے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک اُن پہلے ایمانداروں کی سی زندگی بسر کر سکتا ہے جنہوں نے اپنی زندگی مسیح کے لئے وقف کر دی تھی۔

حقیقی شاگردی کا اجر

وہ زندگی جو مسیح خُداوند کے لئے وقف کر دی جاتی ہے اُس کا اجر بُہت بڑا ہے۔ وہ مسیح کی پیروی کرنے میں خوشی محسوس کرتی ہے اور یہی حقیقی معنوں میں زندگی ہے۔

نجات دہندہ نے بارہا فرمایا: "جو کوئی میری خاطر اپنی جان کھوئے وہی اُسے بچائیگا"۔ درحقیقت مسیح کا یہ فرمان چاروں انجیلوں میں دیگر باتوں کی نسبت زیادہ پایا جاتا ہے (دیکھئے متّی ۱۰: ۳۹؛ ۱۶: ۲۵؛ مرقس ۸: ۳۵؛ لوقا ۹: ۲۴؛ ۱۷: ۳۳؛ یوحنا ۱۲: ۲۵)۔ اِسے اِتنی مرتبہ کیوں دُہرایا گیا؟ کیا اِس لئے نہیں کہ یہ مسیحی زندگی کے بُنیادی اصول پیش کرتا ہے یعنی جو زندگی اپنے لئے بسر کی جاتی ہے وہ گمراہ ہے لیکن جو زندگی مسیح کی نذر کر دی جاتی ہے وہ نجات یافتہ، خوشحال اور ابد تک محفوظ ہے۔

نیم دلی سے مسیح کی پیروی کا انجام تلخ زندگی کی صُورت میں نکلتا ہے، لیکن جو زندگی پُورے طور پر مسیح کے لئے وقف کر دی جاتی ہے وہ یقیناً خُدا کی بہترین برکات سے مُستفیض ہوتی ہے۔

حقیقی شاگرد ہونا مسیح خُداوند کا غُلام ہونا ہے اور اُس کی غلامی یعنی خدمت میں پُوری آزادی ہے۔ ایسے لوگ حقیقی معنوں میں آزاد ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ

"مَیں اپنے آقا کو پیار کرتا ہوں ۔ مَیں آزاد نہیں ہُوں گا" ۔

شاگرد، چھوٹی چھوٹی باتوں یا واقعات سے دِل برداشتہ نہیں ہوتا ۔ اُس کا تعلق ابدی باتوں سے ہے ۔

مُمکن ہے کہ وہ غیر معرُوف ہو، تو بھی وہ اچھی طرح جانا پہچانا جاتا ہے ۔ اگرچہ وہ متواتر مَرتا رہتا ہے تو بھی زندہ ہے ۔ اُسے تادیب کی جاتی ہے لیکن ہلاک نہیں کیا جاتا ۔ وہ دکھوں میں بھی خوشی مناتا ہے ۔ اگرچہ وہ خود غریب ہوتا ہے تو بھی بہتیرے لوگوں کو دولت مند بنا دیتا ہے ۔ اُس کے پاس کُچھ نہیں تو بھی وہ سب کُچھ رکھتا ہے (۲-کرنتھیوں ۶ : ۹، ۱۰) ۔

اگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حقیقی شاگرد کی زِندگی اِس دُنیا میں رُوحانی طور پر سب سے زیادہ مُطمئن زندگی ہے تو اِسی یقین کے ساتھ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ آنے والے زمانہ میں سب سے زیادہ اجر پانے والی زندگی ہوگی ۔ "کیونکہ ابنِ آدم اپنے باپ کے جلال میں اپنے فرشتوں کے ساتھ آئے گا ۔ اُس وقت ہر ایک کو اُسکے کاموں کے مُطابق بدلہ دے گا" (متّی ۱۶ : ۲۷) ۔

پس اِس زمانہ اور ابدیت میں حقیقی معنوں میں مُبارک آدمی وہ ہے جو یہ کہہ سکتا ہے :

" اے خُداوند! جہاں تک میری زِندگی کا تعلق ہے مَیں ہر چیز سے دست بردار ہوتا ہُوں ۔ مَیں اپنے دِل کے تخت پر تجھے بٹھاتا ہُوں ۔ مجھے تبدیل کر، پاک صاف کر اور جیسے تو چاہتا ہے مجھے اِستعمال کر" ۔